بیاد
حضرت مولانا
مفتی محمودؒ
ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور
پاکستان

زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی
دامت برکاتہم

26
38-37

۸ر اور ۱۵ر ذی الحجہ
۱۴۰۳ھ

۱۶ر اور ۲۳ر ستمبر
۱۹۸۳ء

ج ۲۶

شمارہ
۳۷-۳۸

قیمت
۲/-
روپے

مزید تاخیر مناسب نہیں

اداریہ

عوامی حقوق بحال کردیں

صفحہ ۵ پر

غزل

خوف رہتا ہے کہ پھر موج اُٹھا دے نہ کوئی
مجھ میں سوئے ہوئے وحشی کو جگا دے نہ کوئی

کتنا پیارا ہے سماں شہر کے سنّاٹے کا
میرے دروازے کی زنجیر ہلا دے نہ کوئی

جنکا خوابوں کے درختوں پہ بسیرا ہے ابھی
وہ پرندے بھی ہواؤں میں اُڑا دے نہ کوئی

خلقتِ شہر تو طوفان بنی پھرتی ہے
تیری راہوں سے مرے نقش مٹا دے نہ کوئی

چوٹ پتّھر سے بھی کر دیتی ہے پانی پیدا
آئینہ ہوں مجھے تلوار بنا دے۔ نہ کوئی

راحت سرحدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزید تاخیر مناسب نہیں!

گذشتہ سے پیوستہ ہفتے جمعیۃ علماء اسلام کی دوسری سیاسی جماعتوں سے اتحاد و تعاون کے لیے قائم کی گئی مذاکراتی کمیٹی نے مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور خاکسار تحریک کے راہنماؤں سے ہم خیال سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے سلسلے میں باقاعدہ بات چیت شروع کرنے کے لیے ابتدائی مذاکرات کیے۔ مذاکرات میں مسلم لیگ کی طرف سے اُن کے جنرل سیکرٹری جناب ایس۔ ایم ظفر، جماعت اسلامی کی طرف سے اُن کے سربراہ میاں طفیل احمد، سیکرٹری جنرل قاضی حسین احمد اور خاکسار تحریک کی نمائندگی کے لیے خان محمد اشرف خان اور امیر حبیب اللہ صاحب بھی بنفسِ نفیس تشریف لائے تھے۔ دوستانہ اور خیرسگالی کے ماحول میں مذاکرات ہوئے اور چاروں سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں نے غیر یقینی حالات میں ہم خیال سیاسی جماعتوں کے اتحاد کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اتحاد کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باہم رابطہ قائم رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔

اس کے بعد مولانا زاہد الراشدی اور ان کے دیگر ساتھیوں نے وقفے وقفے سے ان سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کے ساتھ ساتھ جمعیت اہلِ حدیث اور آزاد کشمیر کی سیاسی جماعت مُسلم کانفرنس کے راہنماؤں سے بھی اس ضمن میں ملاقاتیں جاری رکھیں۔ ہم خیال سیاسی جماعتوں سے یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور اس جانب خاصی پیشرفت ہو چکی ہے۔

• جمعیۃ علماء اسلام نے ہم خیال سیاسی جماعتوں کے سامنے جو نکات پیش کیے تھے ان میں سیاسی جماعتوں کا احیاء، مارشل لا کا خاتمہ، انتخابات کا انعقاد۔ ۷۳ء کے آئین میں کی گئی ۷۷ء کے بعد کی تمام ترامیم کی منسوخی سیاسی قیدیوں کی رہائی سیاسی جماعتوں کے دفتروں اور فنڈز کی واگزاری شامل ہیں۔

• تمام سیاسی جماعتوں نے ان متذکرہ نکات پر اظہارِ اتفاق کیا۔ اس مجوزہ اتحاد کے ابتدائی مذاکرات کی خبر کے غیر متوقع طور پر اخبارات کی زینت بننے کے چند روز بعد جمعیۃ علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ

بیاد حضرت مولانا مفتی محمودؒ
ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور پاکستان
جلد ۲۶ شمارہ [illegible]
جمعۃ المبارک ۸ اور ۱۵ ذی الحجہ [illegible]
نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر اعلیٰ: ابو عمار زاہد الراشدی
مدیر: زاہد بلند شہری
بدل اشتراک
سالانہ :: ۸۰ روپے
ششماہی : ۴۰ روپے
سہ ماہی : ۲۰ روپے
قیمت فی پرچہ ۲ روپے
رابطہ کے لیے
ہفت روزہ "ترجمان اسلام" رنگ محل لاہور ۸
یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان
ناشر عبید اللہ انور مطبع افضل شریف پرنٹرز رنگ محل لاہور۔ ۸

کا اجلاس ہوا جس میں انہوں نے درج ذیل پانچ مطالبات حکومت کے سامنے پیش کیے۔

۱۔ انتخابات کے لیے سیاسی جماعتوں کا احیاء اور سیاسی سرگرمیوں کی بحالی لازمی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے حکومت بلا تاخیر سیاسی سرگرمیوں اور سیاسی جماعتوں پر عاید پابندیاں ختم کرے۔ دفاتر اور منجمد فنڈز جماعتوں کو واپس کرے۔ اب تک جتنے سیاسی رہنما اور کارکن قید یا نظر بند ہیں انہیں فی الفور رہا کرے۔

۲۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں سیاسی ڈھانچے کے ذریعے جو ترامیم تجاویز کی گئی ہیں ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں کیونکہ موجودہ حکومت محض انتخابات کی خاطر جو قانونی ضرورت کے ذریعے وجود میں آئی تھی۔ قانون سازی کا اسے قطعاً کوئی حق حاصل نہیں ہے لہٰذا تجویز کردہ تمام ترامیم واپس لی جائیں۔

۳۔ انتخابات کا پروگرام اور نظام الاوقات طے کرنے کے لیے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی کانفرنس بلائیں تاکہ آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کی راہ ہموار ہو سکے۔

۴۔ پریس پر عائد تمام نا روا پابندیاں ختم کی جائیں اور اسے آزادی سے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

۵۔ ملٹری کورٹس کو ختم کیا جائے کیونکہ ان کی وجہ سے بدعنوانیوں کا ایک نیا باب کھلا ہے۔

جمعیۃ علماء پاکستان کے درج بالا پانچ مطالبات تقریباً وہی ہیں جو تمام سیاسی جماعتیں حکومت سے اب تک کرتی چلی آ رہی ہیں اور جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ ۱۶ اگست کے اجلاس میں اس سے ملتے جلتے مطالبات قبل ازیں حکومت کے سامنے پیش کر چکی ہے اور ہمارے خیال میں کسی سیاسی پارٹی کو ان مطالبات سے اختلاف نہیں ہوگا اور نہ ان مطالبات سے اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں ایم آر ڈی سے باہر تمام سیاسی جماعتوں کو جن کے مطالبات بھی مشترک ہیں، ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو کر ان مطالبات کو پورا کروانے کے لیے مشترکہ جدوجہد کرنا اور بھی اہمیت کا حامل ہے۔

ان گمبھیر حالات میں کہ عوامی حقوق پر چند افراد ڈاکہ ڈالے ہوئے ہیں، شہری آزادیاں سلب ہو چکی ہیں، آزادی اظہارِ رائے پر پابندی ہے۔ اپنے منظور نظر افراد کو نوازا جا رہا ہے۔ سیاسی کارکنوں اور راہنماؤں کو بلا جواز اور بلا وجہ قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا جا رہا ہے، ایم آر ڈی سے باہر کی تمام سیاسی جماعتوں کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ماضی اور حال کی تلخیوں کو یکسر بھول کر عوامی حقوق اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مشترکہ جدوجہد کا آغاز کریں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشترکہ پلیٹ فارم اختیار کریں۔

جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے اس سلسلے میں پیش رفت کی گئی ہے۔ دوسرے سیاسی جماعتوں کو چاہیئے کہ وقتی اختلافات کو بھلا کر جمعیۃ کی اس پیش کش کو قبول کر کے فراخدلی کا ثبوت دیں تاکہ عوام کو ان کے بنیادی حقوق لوٹانے کے مشترکہ کاز کے لیے جدوجہد کا آغاز کرنے میں مزید دیری نہ ہو بصورتِ دیگر عوامی جذبات کا سیلاب حکومت کے ساتھ ساتھ سیاسی جماعتوں کو بھی نہیں بخشے گا جس کا براہ راست نقصان ملک و قوم کو پہنچے گا۔ غنیم کنارے کھڑا ہمارے ڈوبنے کا مسکرا مسکرا کر نظارہ کرے گا اور ہماری بے بسی ہمارا منہ چڑا رہی ہو گی۔ یہ وقت سیاستدانوں اور اربابِ اقتدار کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہر دو کو نوشتۂ دیوار پڑھ لینا چاہیئے۔

زاہد بلند شہری

عوامی حقوق بحال کردیں

حالات ٹھیک ہوجائیں گے

گذشتہ ہفتے بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے پاکستان کے سیاسی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے "ایم۔آر۔ڈی" کی بلاواسطہ حمایت کا اعلان کیا۔ پاکستان کے سرکاری غیر سرکاری حلقوں، تمام سیاسی راہنماؤں سیاسی وسماجی تنظیموں، انجمنوں اور اداروں نے اس پر سخت احتجاج کیا اور ہندوستانی حکومت کو یاد دلایا کہ پاکستان نے کبھی بھی ہندوستان کے کسی بھی اندرونی معاملے میں مداخلت نہیں کی اور یہ کہ پاکستان کے سیاسی حالات میں بھارتی دلچسپی اور باقاعدہ حمایت سے پاکستان کی آزادی اور خودمختاری پر زک پڑتی ہے۔

حکومتی حلقوں نے باقاعدہ احتجاج کیا، لیکن حکومت کے احتجاج اور سیاسی راہنماؤں کے احتجاج میں قدرے فرق تھا۔ سیاسی جماعتوں اور ان کے لیڈروں نے بھارتی وزیراعظم کے مداخلتی بیان کی مذمت کرتے ہوئے حکومت پاکستان کو بھی یاد دلایا کہ آج اندرا گاندھی جو مداخلتی بیان داغ رہی ہیں اس کا موقع اور جرأت ان کی غیر جمہوری پالیسی اور عوامی حقوق کو بلاجواز غصب کرنے کے اقدام نے عطا کیے ہیں۔

اس سے قطع نظر کہ سندھ میں چلنے والی تحریک میں کیا نعرے لگائے جارہے ہیں اور ان کی سرپرستی کون کر رہا ہے، یہ بات جان لینا چاہیئے کہ صبر وتحمل ایک خاص پیمانہ رکھتے ہیں۔ جب یہ پیمانہ لبریز ہوجائے تو پھر عوامی جذبات کا سیلاب راستے کی تمام دیواروں کو ڈھا دیتا ہے۔ ایسے میں لاقانونیت اور توڑ پھوڑ کی کارروائیاں جذبات کی رَو میں بلااختیار ہوتی ہیں اور نقصانات کو خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ شرپسند عناصر اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عوامی جذبات کو عوام کی غفلت کے باعث غلط طور پر استعمال کرتے ہیں اور ممکن ہے غیر ملکی طاقتیں خاص طور پر بھارت اور روس اس صورت حال سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے علاقائی عاقبت نا اندیشوں کی مالی معاونت بھی کریں جیسا کہ ان کی روایت ہے اور ماضی میں بھی کرتے رہے ہیں اب نئے روپ اور نئے انداز میں اپنے پڑوسیوں کے معاملات میں مداخلت کرکے وہاں گڑبڑ اور افراتفری کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ انہیں پڑوس میں امن بحال کرنے کے لئے مسلح مداخلت کا موقع مل سکے۔ اس موقع پر مشرقی پاکستان اور سکم کی مثال سامنے رکھنا چاہیئے۔

بھارتی حکمران ساری دنیا میں انسانی حقوق کی حمایت کا رونا روتے رہتے ہیں اور بیان بھی داغتے رہتے ہیں خود ان کے ملک میں آسام، مشرقی پنجاب، یوپی اور میزورام میں مسلمانوں، سکھوں اور میزو قبائل کے حقوق غصب ہو رہے ہیں۔ انہیں بے دریغ قتل کیا جا رہا ہے۔ انہیں اپنے آبائی گھروں سے بے گھر کرکے زبردستی ہجرت پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ سالوں میں صرف آسام میں بارہ ہزار مسلمانوں کو "غیر ملکی" یعنی بنگالی ہونے کی بنا پر قتل کر دیا گیا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، لیکن نہ تو امن وانسانیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کے کان پر جوں رینگی اور نہ خود ہندوستانی حکمرانوں نے ہی اس کی کوئی روک تھام کی بلکہ ہندوستانی مسلمان تو اب یہ تک کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ آسام اور یوپی میں اب تک جو مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے اس میں حکومت کی آشیرباد شامل حال ہے۔ خود حکومت چاہتی ہے کہ آسام سے مسلمانوں کی نصف اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہاں بھی مکمل طور پر ہندو راج قائم ہوجائے۔ اسی طرح مشرقی پنجاب میں ہر روز ہنگامے اور ہڑتالیں ہو رہی ہیں گولیاں چل رہی ہیں۔ حریت پسند سکھوں کی چھاتیاں گولیوں کا راستہ روک کر اپنی آزادی اور خودمختاری کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کی سعی کر رہی ہیں۔ یوپی میں تقسیم ہند سے اب تک ہزارہا مسلمان حکومت ہند اور اس کے پالے ہوئے بھیڑیوں کے ظلم کا شکار ہو چکے ہیں۔ نام نہاد سیکولر بھارت کی اندرا دیوی کو اپنے گھر کی خبر بھی لے لینی چاہیئے وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ایسا نہ ہو اس کے پڑوسی بھی

باقی صفحہ ۱۰ پر

مفتی عبدالشکور کشمیری، گوجرانوالہ

احکام عیدالاضحیٰ و مسائل قربانی

عشرہ ذوالحجہ کے فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عشرہ ذوالحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات میں عبادت کرنا شبِ قدر کی عبادت کے برابر ہے۔

ترمذی و ابن ماجہ

قرآن پاک سورۃ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔ وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی عشرہ ذوالحجہ کی راتیں ہیں خصوصاً نویں تاریخ عرفہ کا دن اور عرفہ و عید کی درمیانی رات ان تمام ایام میں بھی خاص فضیلت رکھتے ہیں۔ عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفّارہ ہے اور عید کی رات میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طریقہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ ان کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کو ان میں کیا ملتا ہے۔ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ عرض کیا اون والے جانور یعنی بھیڑ دنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی بھی نیک کام اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانوروں کے بالوں اور سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا۔ (اور یہ چیزیں ثواب عظیم ملنے کا ذریعہ بنیں گی)۔ نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے لہٰذا تم لوگ خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(ترمذی و ابن ماجہ)

قربانی کا ثبوت قرآن پاک سے

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (الآیۃ انعام)

میری نماز میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی اپنی تفسیر میں نسکی کے جملہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نسکی سے مراد قربانی ہے اس لیے کہ اس کو نسک بھی کہا جاتا ہے اور اسی طرح ہر وہ قربانی جو محض تقرب خداوندی کے لیے کی جائے اس کو نسک بھی کہا جاتا ہے۔

احکام القرآن ص۳۴، ج ۳

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ نسکی سے مراد ہے کہ میری قربانی! اور اسی طرح سدیؒ اور ضحاکؒ نے بھی فرمایا۔

امام محمد بن جریر الطبری فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہدؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت سدی کبیرؒ اور حضرت ضحاکؒ بن مزاحم سب یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں نسکی سے قربانی مراد ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس، عطا، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، محمد بن کعب ربیع، عطا خراسانی، حکم، سعید بن ابی خالد اور بے شمار سلف صالحین کے اقوال

موجود ہیں۔

حدیث سے قربانی کا ثبوت

۱۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں پیش کیا کرتے تھے۔

بخاری ص۸۳۵ ، ج ۲

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں کبھی اونٹ کی قربانی کی اور کبھی بھیڑ بکری کی۔ سنن الکبری ص۲۷۲ ، ج ۹

۳۔ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورے دس سال مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ ترمذی ص۱۸۲ ج ۱

اسی طرح اس موضوع پر بے شمار احادیث و آثار منقول ہیں۔ ہم نے اختصار کی بنا پر تین احادیث پیش کی ہیں۔

قربانی کے بدلے میں صدقہ و خیرات کرنا

اگر قربانی کے دن گزر گئے، ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کر سکا، تو قربانی کی قیمت فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا ہمیشہ گناہگار رہے گا، کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ دینے سے حج ادا نہیں ہوتا ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کا اجماع اور پوری امت کا تعامل اس پر گواہ ہے۔

قربانی کا وقت

جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ و عیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے۔ البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں، یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔

درمختار ص ج ۱

مسئلہ قربانی رات کو بھی کرنا جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ شامی ص

ایام عید کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں

حدیث میں آتا ہے کہ بقر عید کے ایام کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں یعنی یہ دن اللہ پاک کی مہمانی کے دن ہیں۔ ان دنوں میں کھائیں پئیں، اللہ کا شکر ادا کریں اور روزہ نہ رکھیں کیونکہ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ ذوالحجہ کو روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح عید الفطر کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔ یہ دن بھی اللہ کی مہمانی کا دن ہے۔ بندہ کو حکم ماننا چاہیئے۔

عید کو گناہوں سے ملوث نہ کریں

افسوس ہے کہ اس زمانے کے مسلمان ذکر کی طرف تو کیا متوجہ ہوتے عید کے دن خوب اچھی طرح گناہ کرتے ہیں کہ بعض لوگ تو ان دنوں میں سینما دیکھنا تو اپنے ذمہ فرض کر لیتے ہیں اور اس طرح عید کے مبارک دن اور خوشی کو سینما بینی کے ناپاک عمل سے مٹی میں ملا دیتے ہیں۔

قربانی صاحب استطاعت (مالدار) پر واجب ہے

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ سورۃ انا اعطینک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی، قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ ہر سال برابر قربانی کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لیے مخصوص نہیں۔ ہر شخص پر ہر شہر میں بعد تحقیق شرائط واجب ہے۔ (ترمذی) اور مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے، اسی لیے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے

قربانی ہر مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجات اصلیہ سے زاید موجود ہو۔ یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا

ضرورت سے زاید گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زاید کوئی مکان وغیرہ ہو۔

قربانی کے معاملہ میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں۔ بچّہ اور مجنوں کی ملک میں اگر اتنا مال ہو تبھی تو اس پر یا اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔

اسی طرح جو شخص شرعی قاعدہ کے موافق مسافر ہو۔ اس پر بھی قربانی لازم نہیں۔

(مسئلہ) جس شخص پر قربانی واجب نہیں، اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس کی قربانی واجب ہو گئی۔

قربانی کے دن

قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے دنوں میں قربانی کوئی عبادت نہیں۔ قربانی کے دن ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں اس میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے، لیکن پہلے دن کرنا افضل ہے۔

کیونکہ گناہ میں کوئی خوشی نہیں۔ اللہ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے باعثِ خوشی بن سکتی ہے۔ اسی طرح عید کی خوشی میں نئے کپڑے بنائے جاتے ہیں اور اس میں حلال و حرام کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ مرد ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہنتے ہیں۔ عورتیں باریک کپڑے پہنتی ہیں اور بہت سے لوگ خوب اچھی طرح داڑھی منڈا کر انگریزی بال تراش کر نمازِ عید کے لیے آتے ہیں۔ اس طرح جو عید سراپا اطاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لیے تھی اسے گناہوں سے ملوث کر دیا تو عید کہاں رہی۔ عید تو اسلامی چیز ہے۔ اس دن ہر کام نیک اور اچھا ہونا چاہیئے۔ اس دن گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے اور اس بات کا عہد کیا جائے کہ آئندہ بھی گناہ نہ کریں گے کیونکہ مؤمن کی زندگی گناہوں والی نہیں ہوتی۔

قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہیئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے آنکھ کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانوروں کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔ ترمذی شریف

حضرت براء بن عازب رضؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کن کن جانوروں سے پرہیز کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ (خصوصیت کے ساتھ) چار طرح کے جانوروں سے پرہیز کرو۔

۱۔ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔
۲۔ وہ کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔
۳۔ ایسا جانور جس کا مرض ظاہر ہو۔
۴۔ ایسا دُبلا مریل جانور جس کی ہڈیوں میں مینگ یعنی گودا نہ رہا ہو۔ (جیسا کہ آگے مسئلہ کے عنوان میں تفصیل آ رہی ہے)۔

قربانی کا مسنون طریقہ

اپنی قربانی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے لیکن ذبح کے وقت خود بھی وہاں حاضر رہنا افضل ہے۔ قربانی کی نیت کرنا۔ نیت دل سے کرنا ہی کافی ہے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں البتہ ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔

آدابِ قربانی

۱۔ قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے۔
۲۔ قربانی سے پہلے چھری کو خوب تیز کرے

اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کریں اور ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت کے ٹکڑے کرنے میں جلدی نہ کریں جب تک پوری طرح جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

قربانی کا گوشت

۱۔ جس جانور میں کئی حصے دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔
۲۔ افضل ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے اپنے اہل و عیال کے لیے رکھے، ایک حصہ احباب و اعزہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے۔ جس شخص کا عیال زیادہ ہو وہ گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔
۳۔ قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔
۴۔ ذبح کرنے والے کی اُجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں۔ اجرت علیحدہ دینی چاہیئے۔

قربانی کی کھال

۱۔ قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلّٰی بنا لیا جائے یا ڈول وغیرہ بنا لیا جائے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر اس کو فروخت کیا تو اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قربانی کی کھال کو فروخت کرنا بدون صدقہ کے جائز بھی نہیں۔

(کذا فی فتاویٰ العالمگیری)

۲۔ قربانی کی کھال کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ اسی لیے مسجد کے امام یا مؤذن وغیرہ کو حق الخدمت کے طور پر ان کو کھال دینا درست نہیں۔
۳۔ مدارس اسلامیہ کے غریب اور نادار

طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیائے علم دین کی خدمت بھی۔

قربانی کے جانور

• بکرا، دنبہ، بھیڑ ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کیا جاسکتا ہے۔

• گائے، بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک ہی کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو۔ کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

جانوروں کی عمریں

• بکری بکرا ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اگر سال سے کم ہوگا تو قربانی ادا نہ ہوگی۔

• بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ ہو (یعنی موٹا تازہ ہو) کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

• گائے، بیل، بھینس دو سال کی۔

• اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔

ان عمروں میں سے کم کے جانور قربانی کے لئے کافی نہیں۔

مسئلہ اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات اس کی تکذیب نہیں کرتے تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

کن جانوروں کی قربانی جائز ہے اور جائز نہیں

۱۔ جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ سے ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی درست ہے۔ ہاں اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

۲۔ خصی و بدھیا بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (شامی)

۳۔ اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں نہ جاسکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ (شامی)

۴۔ جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دُم وغیرہ کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی)

۵۔ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی)

۶۔ جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔

۷۔ اگر جانور صحیح سلامت خریدا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا غنی صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اس کے لیے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے۔ اور اگر یہ شخص صاحبِ نصاب ہے تو لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (درمختار)

۸۔ جو جانور خنثیٰ ہو یعنی بکری جیسی علامتیں بھی اس میں موجود ہیں اور بکرے جیسی علامتیں بھی، تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ شامی ص ۲۲۵ ج ۵

۹۔ دوسرے شخص کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر قربانی نہیں ہوسکتی۔ اگر کسی نے ایسے کرلیا تو کسی شریک کی بھی قربانی درست نہ رہے گی۔

۱۰۔ اگر گائے وغیرہ کا ایک تھن نہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

۱۱۔ حاملہ جانور کی قربانی درست تو ہے لیکن فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ قریب الولادت جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ بچہ جو پیٹ میں نکلے اگر زندہ نکلے اس کو ذبح کرلیا جائے کھانا اس کا حلال ہوجائے گا۔ اگر مردہ نکلے تو اس کا کھانا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں۔ (شامی)

۱۲۔ قربانی جس پر واجب ہو تو صرف اس پر اپنی جانب سے قربانی کرنا واجب ہے اپنی اولاد یا اپنی بیوی کی طرف سے اور والدین کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں؛ البتہ مالیت کے اعتبار سے ان لوگوں پر الگ واجب ہوتی ہو تو ہر ایک شخص اپنی طرف سے قربانی کرے۔

۱۳۔ قربانی کے جانوروں کے تھنوں میں اگر دودھ اُتر آئے اور ذبح کا وقت نہیں آیا تو تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیں تاکہ دودھ اُتر نہ جائے اور اگر دودھ نکال لیا تو اس کو صدقہ کردیں۔ اسی طرح ذبح سے پہلے اگر اُون کاٹ لیا تو اس کو بھی صدقہ کردیں۔ ہاں اگر ذبح کے بعد دودھ نکالا یا اون کاٹی تو اس کو اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔

۱۴۔ قربانی میں عقیقہ کا حصہ شامل کرنا درست ہے کیونکہ عقیقہ بھی ثواب کا کام ہے؛ اس لیے قربانی گائے یا اونٹ میں اگر کچھ حصے قربانی کے اور کچھ عقیقہ کے ہوں تو جائز ہے۔ (شامی)

۱۵۔ اگر چھ آدمیوں نے قربانی کا حصہ لیا اور ایک شخص نے ایک حصہ صرف گوشت کھانے کی نیت سے لیا تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔

۱۶۔ اگر قربانی گائے میں کسی مرتد، قادیانی، بددین کو شریک کرلیا تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

۱۷۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اس کی جس کا پورا ساتواں حصہ ہے اور نہ اس کی جس کا ساتویں حصہ سے کم ہے۔

۱۸۔ جو جانور تین پاؤں سے چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا یعنی چلنے میں اسے سہارا نہیں لیتا، تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے لیکن پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

۱۹۔ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جو باقی ہیں وہ تعداد میں گر جانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

۲۰۔ مسافروں پر قربانی واجب نہیں، لیکن اگر مسافر قربانی کے دنوں میں کسی وقت بھی وطن آ جائے یا پندرہ دن کی نیت کر کے کہیں مقیم ہو جائے، تو اس پر قربانی واجب ہو جائیگی بشرطیکہ مالی اعتبار سے اس پر قربانی واجب ہو۔

۲۱۔ اگر کسی نے منت مانی کہ فلاں کام ہو جائے تو قربانی کروں گا اور پھر کام ہو جانے کے بعد قربانی کرے تو اس قربانی کا گوشت خود کھانا یا صاحبِ نصاب کو دینا جائز نہیں صرف محتاجوں کو خیرات کر دیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میرے مال سے میری جانب سے قربانی کر دینا اور اس کی وصیت پوری کی گئی تو اس قربانی کا بھی تمام گوشت خیرات کر دینا واجب ہے۔ مالدار کو کھانا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی نے وصیت تو نہیں کی، لیکن اس کا کوئی رشتہ دار اس کو ثواب پہنچانے کی غرض سے اپنے طور پر اس کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو اس میں سے خود کھانا اور مالدار کو کھلانا درست ہے۔

تکبیر تشریق

مسئلہ بقرعید کے ایام میں تکبیر تشریق مشروع ہے یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ یہ پڑھیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

مرد زور سے پڑھیں۔ عورتیں آہستہ سے پڑھیں۔ نویں تاریخ کی فجر سے لے کر تیرھویں تاریخ کی نمازِ عصر تک یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جائے۔ جماعت کا سلام پھیر کر فوراً تکبیر تشریق پڑھیں۔ بعد میں دعا مانگیں۔ اگر امام تکبیر پڑھنا بھول جائے تب بھی مقتدی پڑھنے لگیں۔

بال اور ناخن

ام المؤمنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی کو قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو ناخن اور بال نہ کاٹے۔ (مسلم شریف)

بقیہ: عوامی حقوق بحال کریں

اپنی روایات توڑ کر بھارت میں انسانیت کے گھٹتے ہوئے گلے کو موت کے دروازے تک پہنچنے سے قبل اس کے حق میں آواز اٹھانے پر مجبور ہو جائیں۔

ادھر ہم مارشل لاء حکومت سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ بلا جواز اپنے اقتدار کو طول نہ دے۔ بقول اس کے کہ اب حالات انتخاب کے لیے سازگار ہیں تو انتخابات فوری طور پر کیوں نہیں کرا دیئے جاتے؟ ۸۵ء پر اس معاملے کو کیوں ٹال دیا گیا ہے۔ ایسے حالات میں کہ عوام اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہوں ہمارے پڑوسی ممالک اس موقع کو ہمارے معاملات میں مداخلت کے لیے سنہری موقع تصور کرتے ہیں اور اس سے گاہے گاہے فائدہ بھی اٹھاتے رہتے ہیں۔

اس لیے بہتر ہے کہ ملک کے تمام سیاسی لیڈر ایک سوچ اور ایک پلیٹ فارم پر عوامی حقوق اور اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے اکٹھے ہو جائیں تاکہ حکومت کو انتخابات کے انعقاد کے فوری فیصلے پر مجبور کیا جا سکے اور قوم کو اقوام عالم کی صف میں باعزت اور باوقار مقام دلوایا جا سکے۔

اس کے علاوہ ملک کو گمبھیر حالات سے نکالنے کا اور کوئی ذریعہ، طریقہ یا راستہ نہیں ہے ورنہ توڑ پھوڑ، آتش زنی اور لوٹ مار کے حالات شدت کے ساتھ نہ سہی آہستہ آہستہ جاری رہیں گے اور یہ بات ناممکنات میں سے نہیں کہ ان میں شدت نہ آ سکے۔

مارشل لا انتظامیہ اپنی حیثیت اور مقام کو پہچانتے ہوئے اپنا وعدہ انتخاب ۹۰ روز کے اندر پورا کرنے کا حتی الامکان اہتمام کرے تاکہ اس ملک کو مارشل لاء کے مہیب سایے سے نجات مل جائے اور اقوام عالم پاکستانیوں کو غیر جمہوری قوم کی بجائے جمہوری اقدار کی حریت پسند قوم کہہ سکیں۔

خط و کتابت کرتے وقت
ایجنسی نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔ (ادارہ)

خط و کتابت
کرتے وقت خریداری نمبر کا
حوالہ ضرور دیں۔ (ادارہ)

ماضی کے جھروکے سے

عبدالصمد صارمؔ الازہری

حضرت مولانا عزیر گل مدظلہ
مجاہدِ آزادی، اسیرِ مالٹا

حضرت مولانا عزیر گل آج کل سوات کے کسی گاؤں میں رہتے ہیں۔ نابینا ہو گئے ہیں۔ حضرت شیخ الہند رح کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ بڑے صاف گو انسان ہیں۔ جیسا ظاہر ویسا باطن۔ بات دل میں نہیں رکھتے اور صاف منہ پر کہہ دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے بڑے اساتذہ میں سے تھے۔ اسٹرائک میں علامہ انور شاہ کشمیری رح کے ساتھ ڈابھیل چلے گیے تھے پھر نا معلوم وہاں سے کیوں چلے آئے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے پاس ان کا گھر تھا اور وہ اکثر مولانا ہی کے گھر پر رہتے تھے۔ ہر شخص سے "تو" کہہ کر بات کرتے تھے حتّٰی کہ مولانا حسین احمد مدنی رح کو بھی تُو ہی سے خطاب کرتے تھے۔ مولانا کے بڑے بے تکلف دوست اور عزیز تھے۔ مولانا مدنی رح سے وہ اس انداز میں بات کیا کرتے تھے "ارے تو نے ایسا کیوں کہا؟ ارے تو نے ہی تو کہا تھا۔ اور کبھی کبھی فرمایا کرتے چلو حسین احمد کو آج تنگ کریں گے۔ چنانچہ چند ایک علماء یا نیم علماء کو ساتھ لے کر بخاری شریف کے درس میں پہنچ جاتے اور اعتراضات شروع کر دیتے۔ جب وہ اعتراض کرتے تو پہلے حضرت مدنی رح فرماتے۔ یہ اعتراض کسی بے وقوف نے کیا ہے' اس کا یہ جواب ہے۔ جس دن ان دونوں میں بخاری کے درس میں آپس میں چوٹ ہوا کرتی تو بڑا مزا آیا کرتا تھا۔ عصر کے بعد تو وہ بلا ناغہ مولانا کے مکان پر آتے تھے۔ ہر وقت ہاتھ میں تسبیح لیے کچھ پڑھتے رہتے تھے۔ اکابر دیوبند میں تسبیح صرف انہی کے ہاتھ میں دیکھی۔

میں شاید ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہُوا تھا۔ بہت سیدھا سادہ بیوقوف سا لڑکا تھا۔ شاید چودہ سال کی عمر ہوگی تو میرے والد صاحب علاّمہ قاضی ظہور الحسن ناظم نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ سے ذکر کیا کہ اسے دارالعلوم میں داخل کرا دو۔ انہوں نے مصروفیت کی بنا پر معذرت کی اور کہا صلاح الدین کے ساتھ بھیج دو۔ حکیم صلاح الدین مرحوم مولانا حفظ الرحمٰن کے چھوٹے بھائی اور میرے بہنوئی تھے۔ اور یہ دونوں میرے حقیقی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ بھائی حفظ الرحمٰن نے مولانا عزیر گل کے نام چِٹھی دی اور حکیم صاحب سے کہا کہ ان کے مکان پر جا کر ٹھہرنا۔ وہ انتظام کر دیں گے۔ ان کے مکان پر اور بھی مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولانا عزیر گل کا معاملہ بالکل توکّل پر تھا۔ وہ کہیں ملازم نہ تھے۔ صبح سویرے چائے اور بسکٹ مہمانوں کے لیے آئے انہوں نے کہا گیا کہ آپ بھی شریک ہو جائیں۔ موسم سرما تھا اور وہ ہاتھ میں تسبیح لیے پڑھ رہے تھے۔ اشارے سے کہا نہیں' مجھے کچھ ایسا محسوس ہُوا کہ وہ خود تو فاقے سے ہیں اور مہمانوں کو کھلا رہے ہیں۔ میں نے ان جیسا متوکّل نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا حجرہ وغیرہ تو داخلے کے بعد ملے گا۔ قاری طیب رح کے مکان میں ایک کمرہ خالی ہے۔ انہیں وہاں رکھائے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں تو وہاں چلا گیا اور حکیم صلاح الدین مولانا مدنی رح کے ہاں جا ٹھہرے۔ مولانا کا گھر ہر وقت مہمانوں کے لیے کھُلا رہتا تھا۔ وہ اس لیے وہاں چلے گیے کہ کسی نے کہا ان کا گزران توکّل پر ہے اور یہ آج کل مقروض ہیں۔ سُنا تھا کہ ان کے گھر میں ایک برطانوی خاتون ہے جو مسلمان ہو گئی ہے اور فقر و فاقہ کی زندگی گزارتی ہے۔ ایک دفعہ مولانا حسین احمد مدنی رح نے انہیں رڑکی کے مدرسے کا صدر المدرسین بنوا دیا تھا، مگر معلوم نہیں جلدی ہی چلے آئے تھے۔ انہیں دیوبند اور مولانا مدنی رح سے عشق تھا۔

ان کے بھائی نافع گل دارالعلوم میں مدرس رکھ لیے گئے تھے۔ مرحوم سے ہم نے شرح چغمنی پڑھی تھی۔ وہ ہئیت و منطق میں ماہر تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ معین المدرسین کے طور پر دس روپے ماہانہ پر رکھ لیے گئے ہیں۔ میرے والد صاحب مجھے پندرہ روپے ماہوار بھیجا کرتے تھے۔ اس نے میں پندرہ روپے

بہت ہوتے تھے۔ رئیسوں کے لڑکوں کو اتنی رقم آیا کرتی تھی۔ میں بچپن سے کتاب کا کیڑا تھا۔ ناسمجھ تو تھا ہی، سوچا پانچ روپے ماہانہ مولانا نافع گل کو دے دیا کروں گا اور ان سے خارج وقت میں پڑھا کروں گا۔ چنانچہ ان کے پاس پہنچ گیا تو انہوں نے معذرت کر دی۔ اس وقت میرے داڑھی بھی نہ نکلی تھی۔ ۱۹۷۸ء میں وہ اورینٹل کالج مولانا محمد رسول خاں صاحب مرحوم سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں تو مجھے دیکھتے ہی وہ ہمارے ٹیوشن کا قصہ سنانے لگے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ انہوں نے مجھے کیسے پہچان لیا جبکہ میں بوڑھا ہو چکا تھا اور کبھی انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہ تھا۔

بہرحال جب تک داخلے اور حجرے کا انتظام نہ ہوا میں حضرت قاری طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم کے مکان کے ایک کمرے میں رہا تو دیکھتا کہ وہ مدرسے سے فارغ ہو کر سیدھے بالاخانے پر چلے جاتے جو مردانہ تھا۔ پھر عصر کی نماز کے بعد بھی سیدھے بالاخانے پر چلے جاتے۔ عصر کی نماز کے بعد عموماً طالب علم ملنے آجاتے تھے تو مغرب تک مجلس گرم رہتی۔ بڑی اچھی اچھی علمی باتیں کرتے اور ساتھ ہی ساتھ پرلطف لطیفے بھی۔ ان کی مجلس بڑی دلچسپ ہوتی تھی۔ ہر ضلع میں ایک ایسا قصبہ یا گاؤں ضرور ہوتا ہے جہاں کے بیوقوف مشہور ہوتے ہیں۔ سہارنپور کے ضلع میں انبیٹھ کے بے[illegible] ہیں اور ضلع مظفر نگر [illegible] ندھلہ جہاں کے مولانا ادریس [illegible] علویؒ تھے اور ہمارے ضلع میں سالارپور، چنانچہ عوام کہا کرتے ہیں ایسے سُوتیا سالارپور میں رہتے ہیں۔ میں نے 'چ' کو 'س' سے بدل دیا ہے۔ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔

بہرحال ایک دفعہ مولانا طیب صاحبؒ کی مجلس میں انبیٹھ کا ذکر آ گیا تو بڑے مزے لے لے کر سنانے لگے کہ واقعی وہاں کے لوگ بے وقوف ہوتے ہیں۔ میری بیوی کے رشتے کے خالو جو انبیٹھ کے تھے ملنے آئے۔ موسم سرما تھا۔ اس وقت بیوی باورچی خانے میں تھیں۔ چراغ جل رہا تھا۔ بیوی نے پوچھا، خالو! یہ تمہاری داڑھی کیسے جل گئی؟ تو انہوں نے چراغ کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ "بیٹی! میں اس طرح چراغ پر جھک رہا تھا تو یہ جل گئی۔ پھر کیا تھا بقیہ بھی جل کر خاکستر ہو گئی۔

جس زمانے میں ہم دارالعلوم میں پڑھا کرتے تھے تو ہم چند لڑکوں نے ایک انجمن "اصلاح القرٰی" بنائی تھی۔ ہم لوگ ہر جمعرات کو کسی گاؤں میں جاتے اور وہاں جمعہ کی نماز کے بعد تقریر کیا کرتے۔ معلوم ہوا کہ انبیٹھ دیوبند سے چھ سات کے فاصلے پر ہے، تو ہمیں شوق چرایا کہ انبیٹھ کا وہ مکان دیکھیں جہاں کھڑکی کے اوپر پرنالہ اتارا گیا تھا اور جب وہ دیواری پرنالہ کھڑکی پر آ گیا، تو اسے دوسری طرف موڑ دیا گیا تاکہ پانی کھڑکی سے بچ کر ادھر کو جائے۔ دیواری پرنالہ جو دیوار سے بالکل متصل بنایا جاتا ہے بھلا کیسے کھڑکی پر نہ گرتا اور یاروں کی سادگی دیکھئے کہ اسے اسی طرح باقی بھی رکھ چھوڑا ہے۔ خیر پہلے ہماری تقریر شروع ہوئی جو اصلاح دینیات کے بارے میں تھی۔ کچھ دیر تو لوگ صبر سے سنتے رہے۔ پھر ایک طرف سے کسی نے ہنکارا مارا۔ ہم نوجوان تو تھے ہی کچھ نہ سمجھے۔ پھر دوسری طرف سے ہنکارا لگا، پھر بھی ہم نہ سمجھے۔ پھر درمیان سے اور پھر کئی طرف سے ہنکارا بلند ہوا۔ ہم پھر بھی کچھ نہ سمجھے تو ان میں سے ایک بولا۔ "مولوی جی! یہ کیا تقریر کر رہے ہو کچھ جنت دوزخ کا بیان کرو، تو میں بیٹھ گیا اور ہمارے ایک ساتھی جو بڑے گپّی تھے انہیں کھڑا کر دیا۔ انہوں نے جو بے پر کی اڑانی شروع کی تو مجمع گرم ہو گیا اور ہائے وہائی کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

بات سے بات یاد آتی ہے ——
افغانستان میں ایک صاحب تشریف لے گئے۔ ان کے اعزاز میں تقریر ہوئی۔ پھر ان سے فرمائش کے طور پر کہا گیا اکنوں شما گپ [illegible] مرتا کیا نہ کرتا، تو پھر انہوں نے خوب گپ ہانکی۔ پروفیسر سراج الدین آذر مرحوم پروفیسر فارسی گورنمنٹ کالج لاہور، اپنے آپ کو بڑا فارسی داں سمجھتے تھے۔ ایران گئے وہاں کی یونیورسٹی تشریف لے گئے تو پروفیسروں نے کہا بفرمائید۔ انہوں نے فرمایا میں فلاں فلاں ہوں۔ پھر انہوں نے فرمایا بفرمائید انہوں نے مزید تعارف کرایا۔ پھر کہا بفرمائید تو انہوں نے اور زیادہ روشنی اپنے حالات پر ڈالنی شروع کر دی۔ تو انہوں نے پکڑ کر کرسی پر دے مارا اور کہا بفرمائید۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ بفرمائید کا کیا مطلب تھا۔

قضارا ہمارے حجرے میں ایک طالب علم انبیٹھ کے آ گئے۔ لڑکوں نے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ بولے جہاں کے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب تھے یعنی انہوں نے سیدھی سادی بات تو نہ کی۔ مطلب یہ کہ جہاں کے مولانا خلیل الرحمٰن انبیٹھوی تھے، وہاں کا ہوں۔ یہ عموماً ہر وقت سبز چشمہ لگائے رہتے تھے حالانکہ آنکھیں اچھی خاصی تھیں، اور اکثر بے وقوفی کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ اس حجرے میں ہم دس بارہ تھے ایک دن سب کو جمع کر کے کہنے لگے (باقی ص۱۸ پر)

محمد نعیم ترین
کوئٹہ

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ستمبر ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

امام الہندؒ کا تاریخی نام فیروز بخت رکھا گیا اور مصرع ذیل سے ہجری سال استخراج کیا گیا۔

جواں بخت ۔ جواں طالع۔ جواں بار
(بیس بڑے مسلمان)

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے زندگی بھر کسی شخصیت کے خلاف زبان نہیں کھولی۔ کبھی ان کی زبان یا قلم سے ایسا فقرہ نہیں نکلا جو ذاتیات سے آلودہ ہو۔ ایک زمانہ میں جب "الہلال" کا دورِ ثانی تھا۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا نے حدیث الغاشیہ کے زیرعنوان بعض سیاسی کانفرنسوں کے پس منظر میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ سے چھیڑ چھاڑ ضرور کی، لیکن انتہائی ثقہ جواب، آں غزل کے طور پر تمام تحریروں میں ایک نشتر بھی ناگوار نہ تھا۔ جو کچھ لکھا خوشگوار ہی تھا۔ اس کے برعکس مولانا محمد علیؒ سخت سے سخت چوٹ کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ حدیث الغاشیہ کے بعد مولانا کا معاملہ ہی مختلف ہو گیا۔ جتنی تیزی کے ساتھ وہ اپنے سیاسی مسلک کی طرف قدم اٹھاتے گئے اتنی ہی وہ سیاسیات کے روزمرہ رہنمایانہ تو تکار سے دور نکلتے چلے گئے۔ یہاں کوئی سا شخص بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی تلخ

سے تلخ دور میں بھی آپ نے کوئی ایسا لفظ کہا ہو جس سے شخصی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو یا کبھی اپنے کسی حریف کے خلاف ایسی زبان استعمال کی ہو جو ان کے خلاف بکثرت استعمال کی گئی۔ ان کا دامن عمر بھر ایسی تمام آلائشوں سے یکسر خالی رہا۔ فرماتے تھے؛

میرے بھائی! فرض کیجئے ایک شخص بدترین خلائق ہے۔ اب اگر آپ کا نفس مضطرب ہے اور زبان قابو میں نہیں تو شوق سے اسے گالی دے لو۔ اس طرح آپ اپنے غصّے کی تسکین تو کرلو گے، لیکن آپ کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ آج تک کسی شخص نے بھی دوسرے کو گالی دے کر اپنی عزّت میں اضافہ نہیں کیا۔

> "تم نے ایک عفیفہ کا جنازہ نہیں پڑھنے دیا۔ تمہاری ہزاروں بے کفن لاشوں کو کتّے اور کوّے نوچ رہے ہیں" سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ

یہ ایک عجیب بات ہے کہ برّصغیر میں بڑے رہنماؤں میں جس شخص نے سب سے پہلے مولانا پر سیاسی غصّہ میں ذاتی حملہ کیا وہ بابو سبھاش چندر بوس تھے جو تزی پور کانگریس میں گاندھی جی سے زک اٹھا کر اس لیے صدارت سے دستکش ہو گئے تھے کہ پنڈت جواہرلال نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل، راجندر بابو اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ان کی مجلس عاملہ میں شامل ہونے سے انکار کیا تھا۔ گاندھی جی نے راجکوٹ کا برت رکھ کر کانگریس کے سالانہ اجلاس کی رونق مٹا دی۔ جب سبھاش بابو چاروں طرف سے گھر گئے تو انہوں نے ہائی کمانڈ کے خلاف سخت قسم کے بیانات جاری کیے۔ ان بیانوں میں ان کا سب سے بڑا ہدف مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے جنہیں سبھاش بابو نے پہلی دفعہ مغل اعظم کا خطاب دے کر بزعم خویش ہدف مطاعن بنایا تھا۔ انہی بیانوں میں [illegible] کو بالواسطہ یہ خراج ادا کیا کہ وہ کا[illegible] پر کس طرح چھائے ہوئے ہیں ا[illegible] منشا اور مرضی کانگریس کے فیـ[illegible]ـیوں کر حاوی ہوتی ہے۔

مغل اعظم کی [illegible] رفتہ رفتہ ان کی شخصیت کا اثباتی پرتو [illegible] گئی۔ چنانچہ مہادیو ڈیسائی نے [illegible] خصہ ابوالکلام

آزاد میں انہیں مغل شہنشاہوں کی سطوت کے مجسمہ سے تعبیر کیا ہے۔ اکثر لوگ انہیں اس گئی عظمت کی تصویر کہتے۔ ایسے تمام ہندو کانگریسی جن کے ارادوں کو ان کے فیصلے جھنجھوڑتے اور پھوڑتے تھے انہیں از راہ تعریض مغل اعظم کہتے۔

عزیمت و استقامت مولانا کے آئینہ طبع کے درخشاں ترین جوہر تھے۔ انہوں نے جن اصول و مقاصد کی دعوت کے لیے زندگی وقف فرمائی ان پر کاربندی اور عمل پیرائی میں ہمیشہ چٹان کی طرح جمے رہے۔ اس سلسلے میں ان کی صحت کو نقصان پہنچا، کاروبار تباہ ہوا۔ ان کی نہایت قیمتی تصانیف کے مسودے ضائع ہو گئے۔ انہوں نے علمی یادداشتوں کے جو مجموعے مرتب کیے تھے اور انہیں اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے وہ سب تلاشیوں میں تلف ہو گئے، لیکن ان کی شان عزیمت ان تمام نقصانات سے بالکل غیر متأثر رہی۔ ذاتی تعلقات کے سلسلے میں ایک نہایت دشوار و دلگداز مرحلۂ امتحان اس وقت پیش آیا جب احمد نگر کی اسیری کے زمانے میں ان کی اہلیہ محترمہ سخت بیمار ہوئیں۔ اس موقع پر سپرنٹنڈنٹ ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ اگر حکومت سے کچھ کہنا ہے تو میں اسے فوراً بمبئی پہنچا دوں گا۔ مطلب غالباً یہ تھا کہ اگر رفیقۂ حیات کی شدید علالت کی وجہ پر مشروط رہائی کی درخواست کریں تو وہ حکومت کے ملاحظہ کے لیے پیش کر دی جائے گی، لیکن مولانا نے صاف کہہ دیا کہ میں حکومت سے کوئی درخواست نہیں کرنا چاہتا۔ سپرنٹنڈنٹ نے پنڈت جواہر لال نہرو کی وساطت سے بھی مولانا کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ اسی اثناء میں اہلیہ محترمہ انتقال کر گئیں، لیکن [illegible] نے ان سب کو دلی اور دماغی جد و جہد سے برداشت کیا، لیکن حکومت سے درخواست نہیں کی۔

مولانا ابوالکلام آزاد
امیر شریعت کی نظر میں

ایک مرتبہ نومبر ۱۹۴۵ء میں امرتسر میں شاہ جی رح نے ایک عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ آپ نے اختلاف رائے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کرتے ہوئے نہایت دلسوزی کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی اہلیہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح کلکتہ کے مسلمانوں نے اس مرحومہ کے جنازہ سے تغافل برتا اس حالت میں کہ مولانا احمد نگر کے قلعہ میں محبوس تھے۔ لوگوں کی آنکھیں اس بیان سے اشکبار ہو گئیں۔ حضرت مولانا مدنیؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میرا جی سید پور کے واقعہ کے بعد ٹوپی پہننے کو نہیں چاہتا۔ ۱۹۱۹ء میں قید ہوا تھا تو پگڑی جیل میں اتار دی تھی۔ صرف اتنا واقعہ پیش آیا تھا کہ جیل خانہ کے ہیڈ وارڈر

وہ ہندو برہمن تھا سید پور کا مسلمان نہ تھا۔

نے پگڑی پر ہاتھ ڈالا اور چاہا کہ قیدیوں کا لباس پہن لوں۔ میں نے دوسرے کے ہاتھ سے پگڑی اتروانا مناسب نہ سمجھا۔ جلدی سے خود ہی اتار کر اس کے حوالے کر دی اور ساتھ اتنا کہہ دیا:

'یہ میری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔'

اس پر وہ بے ساختہ رو دیا۔ وہ ہندو تھا برہمن سید پور کا مسلمان نہ تھا۔ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے درد انگیز لہجہ میں آکر کہا کہ میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کیا تماشا ہے کہ مولانا آزادؒ کو کافر

مسلم لیگی رضا کار لٹھ لے کر کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں کو مولانا ابوالکلام آزادؒ کی زوجہ کے جنازے میں شرکت سے روکنے لگے۔

کیوں کہتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کہ وہ کافر کب سے بنا ہے۔ کیا مکہ میں پیدا ہونے والا آل رسول یکتائے روزگار عالم قرآن کی تفسیر کرنے والا عالم دین محدث اور ایک ایسا بلند پایہ مسلمان جس کی ٹکر کا دوسرا عالم ہندوستان تو کیا ساری دنیا میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ تم اسے کافر کہہ کر اپنے آپ کو جنتی بنا رہے ہو اور پھر یہ بدسلوکی ابوالکلام آزاد تک محدود نہیں ان کی اہلیہ محترمہ جس کو کسی نے ساری عمر بانقاب یا بے نقاب نہ دیکھا۔ اس کی موت کے بعد بے حرمتی اسی مسلمان قوم نے کلکتہ میں کی۔ مولانا جیل میں پڑے تھے ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ مسلم لیگی رضا کار لٹھ لے کر کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں کو روکتے رہے کہ بیگم آزادؒ کے جنازے میں شرکت نہ کرو۔ وہ کافرہ تھی، مر گئی۔ اسے جہنم رسید ہونے دو۔ میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ یگانۂ روزگار کی دیندار پردہ دار اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پلی ہوئی بیگم کے ساتھ اس کی موت کے بعد یہ سلوک کرو۔ تم نے ایک ایسی عفیفہ کا جنازہ نہیں

پڑھنے دیا۔ تمہاری ہزاروں بے کفن لاشوں کو بھتے، بلّے اور کوّے نوچ رہے ہیں۔

اسی پر ہی بس نہیں اُس عہد کے جدید ہندوستانی نے اپنے اخلاق کو یو۔پی کے ریلوے سٹیشن، بازاروں گلی کوچوں، سڑکوں اور میدانوں میں اس حد تک رسوا کیا کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے عالم دین کی بے حرمتی کرنے میں کالجوں کی روحانی اولاد میاں تک چلی گئی کہ ان کی ٹوپی جلا دی گئی۔ ان کی نورانی داڑھی میں شراب کی بوتلیں انڈیل کر اپنے اخلاق کی انتہائی پستی کا ثبوت مہیا کیا۔ جانتے ہو علی گڑھ کے نوجوانوں اور یو۔پی کے مسلمانوں نے یہ سلوک کس شخص سے کیا۔ اس مقدس اور متبرک ہستی کے ساتھ جو آلِ رسول ہے جو پندرہ برس تک روضۂ رسول کے سامنے بیٹھ کر ہزاروں تشنگانِ دین کو درسِ قرآن دیتا رہا۔ جس کے دریائے علم میں نہائے ہوئے آج پانچ ہزار محدث مدینہ منورہ سے لے کر ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سلوک حسین احمد سے کیا گیا جسے مدنی کہتے ہیں۔ یہ سلوک اس عالم دین اور بزرگ سے کیا گیا جس نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لیے ۱۹۳۷ء کے انتخاب میں دن رات ایک کر دیا تھا۔ اب سننے والے ہی بتائیں کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے اس قسم کی بدسلوکی کرنے والے عہدِ حاضر کے مسلمانوں کی طرف سے میرے ایسے شخص پر (جو ان علماء کی خاک پا بھی نہیں) یہ الزام لگایا جائے کہ یہ کانگریس کے ہاتھ بک چکا ہے تو میں گلہ کیوں کروں۔ مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن اور دیگر علماء سے بدسلوکی کرنے والوں کی ذہنیت پر صرف اس لئے روتا ہوں کہ مسلمان قوم کا کیا بنے گا۔"

مولانا ابوالکلام آزاد

۱۔ دعوت و اعلان حق کا کام کرنے والوں کو اپنے لیے نہیں مگر اپنے کام کی عزت کی خاطر بادشاہوں کی سی نظر اور کشور ستانوں کا دماغ رکھنا چاہیئے۔

۲۔ دنیا میں حق و صداقت کی آواز کبھی تاج و تخت یا ایوان و محل سے نہیں اٹھتی بلکہ ہمیشہ اس کا سرچشمہ ویران جنگلوں، چٹیل چٹانوں اور سنسان صحراؤں کے اندر رہا ہے اور یہ بھی اس کا شاہد عجائب پسند کا عجیب و غریب کرشمہ ہے کہ ہمیشہ شکستگی اور افتادگی ہی کو محبوب رکھتا ہے۔ اپنا گھر بھی بناتا ہے تو ٹوٹے ہوئے زخمی دلوں میں اپنی آواز بھی سناتا ہے تو کانٹے پڑے ہوئے خشک ہونٹوں کے ذریعے پھر اپنے حسن و کمال کی جلوہ گاہ بھی بنانے گا تو تاریک غاروں میں شکستہ دیواروں میں اور پھٹی ہوئی چٹائیوں کو اگر وہ نہیں ہے تو آخر کون ہے۔ جس کا ہاتھ گلیم فقر و مسکینی سے نکلتا ہے اور بادشاہوں کے تخت و تاج الٹ کے رکھ دیتا ہے۔ جذبے نوا فقیروں کو مقام لیتا ہے اور وہ لاکھوں دلوں کو دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کے تسلط سے نکال کر اس کے آگے سربسجود کر لیتے ہیں۔

۳۔ ایک مسلمان کا وجود بجائے خود دعوت و وعظ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۴۔ اللہ اللہ۔ مسلمانوں کے خصائص قومی ہیں۔ کیسے کیسے تغیرات ہو گئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان دنیا میں حکومت کے لیے پیدا ہوا تھا وہ جدھر رخ کرتا تھا تو حکومت ہمیشہ اس کی ہمرکاب ہوتی تھی۔ دنیا کے کسی گوشے سے ایک مسلمان اٹھتا تھا اور جابرانہ سلطنتوں کو زیر و زبر کر کے عدل و ایمان کی ایک نئی حکومت قائم کر دیتا تھا۔ سنسان جنگلوں، ویران جزیروں، غیر آباد صحراؤں اور وحشی ملکوں میں سے اس کا گزر ہوتا تھا۔ مشیت الٰہی ان کے ساتھ ہوتی اور ہر خراب و ویران اس کی برکت سے سکون و پُر رونق آباد و متمدن ہو جاتا تھا۔

۵۔ اعلان حق اور احتیاج و طلب دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

۶۔ دُنیا مزدوروں کی جگہ ہے فلسفیوں کی نہیں۔ کام کرنے والوں کے لیے اس کا ایک لمحہ بھی بہت ہے اور بیکاروں کے لیے اس کی پوری عمر بھی زیادہ نہیں ہے۔

۷۔ آہ! تمہاری غفلت سے بڑھ کر کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوئی اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے جی چھوٹ گئے۔ میں کیا کروں کہاں جاؤں اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں۔ یہ کس طرح ہو کہ تمہاری رُوحیں پلٹ آئیں اور تمہاری غفلت مر جائے۔ یہ کیا ہو گیا ہے کہ پاگلوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھ سنتے ہو اور سمجھتے ہو پھر نہ تو راستی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے اور نہ گمراہیوں کے نقشِ قدم چھوڑ دیتے ہو۔

حافظ محمد لطیف سلیمی

غیر منصوص احکام میں حاکمِ وقت اکثریتی رائے کا پابند ہے یا نہیں

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

کیا غیر منصوص احکام میں مشاورت کے بعد حاکم (اولی الامر) کے لیے اکثریتی رائے پر عمل کرنا ضروری ہے یا اس کی تعمیل و عدم تعمیل میں وہ آزاد ہوتا ہے؟

اس مسئلہ میں علمائے اسلام میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک طبقہ تو اس کا قائل ہے کہ اگرچہ حاکم وقت کے لیے مشورہ لینا ازروئے قرآن ضروری ہوتا ہے لیکن اس کے بعد اس کے مطابق عمل کیا جائے یا نہیں اس میں اولی الامر خود مختار ہوتا ہے کہ شورٰی رائے پر عمل کرے یا اپنی رائے کو نافذ کرے۔ یہ طبقہ اپنی رائے کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ قرآن مجید میں **وشاورھم فی الامر** کے ساتھ ہی یہ بھی آیا ہے کہ **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ**۔

لہذا عزم کے الفاظ اس امر کی دلالت کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ جب آپ نے پختہ ارادہ کر لیا تو پھر اللہ تعالےٰ پر توکل کیا جائے یعنی عزم کر لینے کے بعد توکل علی اللہ کر کے سرگرم عمل ہو جانا چاہیے۔

اس آیت کریمہ کے ساتھ ساتھ یہ حضرات عہد خلافت راشدہ کے چند ایک ایسے واقعات کی شہادت پیش کرتے ہیں جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور میں خلفائے عظام رضؓ کی رائے کچھ اور تھی اور صحابہ کرامؓ کی اکثریت کی رائے اس کے برعکس تھی لیکن تعمیل حکم خلفاء کی رائے کے مطابق ہوا۔ گویا ان خلفاء نے اکثریت پر اپنی رائے ٹھونسنے میں کامیابی حاصل کر لی، یہ واقعات حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مانعین زکوٰۃ اور مرتدین سے جنگ، اسامہؓ بن زید کی قیادت میں لشکر بھیجنا اور حضرت عمرؓ کا عراق کی زمینوں کی تقسیم وغیرہ سے متعلق ہیں۔ احقر کے خیال میں اس خیال کے حامیین کا یہ استدلال درست نہیں بلکہ ان واقعات کی تفصیلات پر غور کرنے کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ برگزیدہ ہستیوں نے اپنی تمامتر بصیرت، فراست مؤمنانہ اور اختیار کے باوجود دوسرے صحابہؓ کا موقف نہ صرف سُنا بلکہ کئی کئی روز تک اس پر کھل کر اظہار خیال کرنے کے مواقع فراہم کیے لیکن بحث و تمحیص کے بعد بالآخر ان کو اپنی رائے کے حسن و قبح بتا کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ اس کے بعد اس حکم کو نافذ کیا تھا۔

جہاں تک اس استدلال کا تعلق ہے کہ "**فاذا عزمت فتوکل علی اللہ**" کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاورت کے بعد شورٰی رائے پر عمل یا اس کی عدم تعمیل میں اختیار حاصل تھا آیت کی یہ تفسیر درست نہیں، چونکہ اس سے آیت میں صیغہ امر کا استعمال بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک آیت کریمہ میں لفظ "**عزمت**" کا مطلب لوگوں سے مشورہ کرنا اور پھر ان کی رائے کی اتباع ہے۔ "**مشاورۃ اھل الرائے ثم اتباعھم**"۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر تفسیر آیۃ کریمۃ)۔

لہذا یہ دعوٰی قطعًا بے بنیاد ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام محض صحابہ کرامؓ کی دلجوئی کے لیے مشورہ کرنے کے لیے مامور تھے۔ آیت کریمہ کا عہد نزول واقعات کا تسلسل بھی اس دعوے کی تردید کر رہا ہے۔

جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف اعلان جنگ کا تعلق ہے یہ تسلیم کہ ابتدائً صحابہ کرام رضؓ کی اکثریت، جن میں حضرت عمر رضؓ ایسی شخصیت بھی شامل تھی، کی رائے سانحۂ وصال رسالت مآب کے صدمہ سے ہوش و حواس کی بحالی تک توقف کرنے کے حق میں تھی، لیکن جب ان حضرات نے اپنے قائد کا عزم صمیم دلائل محکم اور ان کے منصوبوں یا اقدامات کی مصلحتوں پر غور کیا تو ان پر حقیقت آشکار ہو گئی چنانچہ وہ بیک زبان اپنے قائد کے اشارۂ ابرو پر کٹ مرنے پر تیار ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عمر رضؓ کے بارے میں بھی یہ کہنا محض افترا ہے کہ انہوں نے صحابہؓ کی اکثریت پر اپنی رائے ٹھونسنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ حقیقت حال محض یہی ہے کہ اگرچہ ابتداءً صحابہ کی اکثریت کی رائے ان کی رائے کے خلاف تھی لیکن کئی روز تک مسلسل بحث و تمحیص کے بعد حضرت عمر رضؓ ان صحابہؓ کو اپنی رائے کی اصابت منوانے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں:

"۱۶ ھ میں ادھر عراق عرب پر قبضہ ہو گیا اور اس طرف یرموک کی فتح سے رومیوں کی قوت

کا استیصال ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے خراج کے نظم و نسق کی طرف توجہ دی۔ اس مرحلہ پر پہلی مشکل یہ پیش آئی کہ امرائے فوج نے اصرار کیا کہ تمام دولت اور زمین مالِ غنیمت کے طور پر ان کی جاگیروں میں دے دیے جائیں اور باشندوں کو ان کی غلامی میں دیدیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے عراق کی فتح کے ساتھ سعد بن وقاص کو وہاں کی مردم شماری کے لیے حکم دیا تھا۔ سعدؓ نے نہایت جانچ کے ساتھ مردم شماری کا کاغذ مرتب کر کے بھیجا۔ کل باشندوں اور اہلِ فوج کی تعداد کا موازنہ کیا گیا تو ایک ایک مسلمان کے حصے میں تین تین قیدی پڑتے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی رائے قائم ہو چکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے اور ان کو ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا جائے لیکن اکابر صحابہؓ میں سے عبد الرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ اہل فوج کے ہمزبان تھے۔ حضرت بلالؓ نے اس قدر ردو قدح کی کہ حضرت عمرؓ نے دق ہو کر فرمایا اللّٰھم اکفنی بلالا۔ یعنی اے اللہ مجھ کو بلالؓ سے نجات دے۔ حضرت عمرؓ یہ استدلال پیش کرتے کہ اگر ممالک مفتوحہ فوج کو تقسیم کر دیے جائیں تو آئندہ فوج کی تیاری، بیرونی حملوں کی حفاظت، ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے مصارف کہاں سے آئیں گے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے تھے کہ جن کی تلواروں نے ملک فتح کیا ہے انہی کو قبضہ کا بھی حق ہے۔ آئندہ نسلیں مفت کیونکر پا سکتی ہیں۔ چونکہ حضرت عمرؓ کی حکومت کا طریقہ جمہوری تھا اس لیے ایک عام اجلاس ہوا جس میں تمام قدماء مہاجرین و انصار میں سے پانچ قبیلے اوس اور پانچ قبیلہ خزرج کے سردار وکیل کے طور پر پیش ہوئے۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا، تاہم کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ کئی دن تک یہ مرحلہ رہا۔ حضرت عمرؓ کو دفعتاً قرآن مجید کی آیت یاد آ گئی جو اس بحث کے لیے نص قاطع تھی یعنی للفقراء الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم

اس آیت کے آخری فقرہ والذین جاءو من بعدھم سے حضرت عمرؓ نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے لیکن اگر فاتحین کو تقسیم کر دیا جائے تو آنے والی نسلوں کے لیے باقی نہیں رہتا۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر نہایت پر زور تقریر کی اور اس آیت کو استدلال میں پیش کیا۔ تمام لوگ پکار اٹھے کہ آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔

(الفاروق ص ۲۷۸ - ۲۸۰)

چوتھی صدی ہجری کے حنفی مفسر اور فقیہ جناب ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں آیت کریمہ کی تفسیر کے سلسلہ میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

وفی ذکر العزیمۃ عقیب المشاورۃ علی انہا صدرت من المشورۃ۔

مشورہ کے بعد عزیمت کے ذکر کی حکمت اور مقصد یہ ہے کہ وہ مشورہ کا نتیجہ ہے۔ آگے چل کر اس رائے اور استدلال کی تردید یوں فرماتے ہیں۔

ان یکون الامر بالمشاورۃ علی جہۃ تطییب نفوسھم ورفع اقدارھم ولتقتدی الامۃ بہ فی مثلہ لانہ لو کانہ معلوما عندھم انھم اذا استفرغوا مجھودھم فی استنباط ما شوروا فیہ وصواب الرأی فیما سئلوا عنہ ثم لم یکن ذلک معمولا علیہ ولا متلقی منہ بالقبول بوجہ لم یکن فی ذلک تطییب نفوسھم ولا رفع اقدارھم بل فیہ ایحاشھم واعلامھم بأن آراءھم غیر مقبولۃ ولا معمول بہا۔

اگر صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم ہوتا کہ ان سے مشورہ محض ان کا جی بہلانے اور ان کی قدر و منزلت بڑھائے جانے کا محض احساس دلانے کے لیے ہی کیا جاتا ہے اور اس کو عملی جامہ پہنانے میں ان کی رائے کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہوگی تو ایسا مشورہ ان کے نزدیک ایک ڈھونگ سے زیادہ کچھ حیثیت نہ رکھتا بلکہ اس کو سنگین مذاق پر محمول کیا جاتا جس سے ان کی قدر و منزلت کی رفع کے بجائے ان کی تخفیف اور سبکی کا باعث ہوتا۔

(احکام القرآن ابی بکر جصاص تفسیر آیۃ کریمہ)

الغرض حضرت عمرؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت کے عام معمول کے بارے میں بے شمار شواہد پیش کیے جا سکتے ہیں کہ جب بھی ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا جس کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی نص نہ ہوتی تو وہ اس پر مشورہ فرماتے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وکان الائمة بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم یستشیرون الامناء من اہل العلم فی الامور المباحة لیاخذوا باسہلها فاذا وضح الکتاب والسنة لم یتعدوا الی غیرہ اقتداء بالنبی صلی اللہ علیه وسلم وان اعیاء ذلک دعا رؤوس المسلمین وعلماءہم فاستشارہم فاذا اجتمع رأیہم علی الامر"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ مباح امور میں امت کے اہل علم سرداروں سے مشورہ لیا کرتے تھے، تاکہ سہل ترین راستہ اختیار کر سکیں جب قرآن یا سنت کے احکام واضح ہوتے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ان سے تجاوز نہ کرتے، لیکن اگر اس میں بامراد نہ ہوتے، تو مسلمانوں کے سرداروں اور علماء سے مشورہ کرتے۔ جب ان کی رائے متفق ہو جاتی تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔" (ملاحظہ ہو جامع صحیح البخاری)

اسی طرح حضرت عمرؓ کے بارے میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ:

"کانت القضیة ترفع الی عمر وربما تأمل فی ذلک شہرا ویستشیر اصحابه۔

جب کبھی حضرت عمرؓ کی خدمت میں کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو وہ اس پر غور و فکر کرتے۔ بسا اوقات تو ان کا غور و فکر اور اپنے اصحاب سے مشورہ کا سلسلہ مہینہ مہینہ تک طول پکڑ جاتا۔

(المبسوط سرخسی جلد ۱۶ صفحہ ۶۴)

ایسے واضح اور محکم دلائل کے باوجود یہ کہنا کہ صاحبین نے اپنے عہد کے دوران بعض فیصلے استبدادانہ انداز میں کیے تھے

افتراء عظیم سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا

امام وقت کے لیے ضروری ہے کہ غیر منصوص امور میں امت سے مشورہ لے اور پھر اکثریتی شورائی رائے کے مطابق نظام مملکت چلائے۔ حضرت عمرؓ ایسی ہستی نے تو واشگاف الفاظ میں فرما دیا تھا کہ،

(ترجمہ) میں نے آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ اس امانت کے اٹھانے میں تم میرے شریک کار بن جاؤ جو تمہاری امور مملکت کے بارے میں مجھ پر لاد دی گئی ہے کیونکہ میں بھی تمہاری طرح ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ تم میری خواہشِ نفس کے فرمانبردار بن جاؤ۔

بقیہ: ماضی کے جھروکے سے

حضرات! ہم نے ایک شعر کہا ہے سنو

میں نے اس سے یہ کہا اے ماہرو
تو جمال اپنا دکھا جا آ کے یہاں مجھے

غرض وہ سارے حجرے کے لیے کھلونا بنے ہوئے تھے۔ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ لکھنے بیٹھا تھا مولانا عزیر گل کے حالات اور نہ جانے کیا کیا لکھ گیا۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

مولانا عزیر گل میں حضرت عمرؓ کی سی شان جھلکتی تھی۔ فوراً ناحق بات پر چراغ پا ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ سہارنپور میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہو رہا تھا بڑے بڑے علماء موجود تھے، مولانا مدنیؒ بھی تھے۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تقریر کرتے ہوئے کہا اے تم تو انگریزوں کے غلام ہو، تم پر تو جمعہ بھی فرض نہیں ہے۔ مولانا عزیر گل سے نہ رہا گیا فوراً بولے' ہیں ہیں تو یہ کیا کہتا ہے۔ بس بس! ایسی بات مت کہو۔

تجوید وقرأت اور حفظ وناظرہ کی عظیم مرکزی درسگاہ

جامعہ قاسمیہ قاسم ٹاؤن گوجرانوالہ

- جہاں ساڑھے تین سو کے قریب طلبہ زیر تعلیم ہیں۔
- ۸۵ طلباء بیرونی ہیں جن کے اخراجات کی کفالت جامعہ کے ذمہ ہے۔
- پانچ تجربہ کار اساتذہ تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔
- تعلیم کے علاوہ بچوں کے عقائد واخلاق کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔
- جامعہ کے رہائشی کمروں اور "دارالقرآن" کی تعمیر کا کام بھی جاری ہے۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا خان محمد مدظلہ، حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ حضرت علامہ خالد محمود مدظلہ، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی مدظلہ، صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ قدوسی اور مولانا زاہد الراشدی مختلف اوقات میں تشریف لا کر جامعہ کو اپنی دعاؤں سے نواز چکے ہیں۔

اصحاب ثروت اپنے عطیات و صدقات اور **قربانی کی کھالیں** جامعہ کو دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

منجانب: گلزار احمد قاسمی بانی ومہتمم جامعہ قاسمیہ قاسم ٹاؤن (اللہ روڈ) گوجرانوالہ فون ۸۳۷۴۵

از حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی

موجودہ حالات میں کامیابی کی راہ

اس پُرفتن دَور میں بے دینی کے طوفان ختم کرنے اور ملک و ملت کو تباہ ہونے سے بچانے کے لیے اور اپنی دُنیا و آخرت کو سنوارنے کے لیے ہر فردِ ملت پر لازم ہے کہ شک و تردّد کے اندھیرے سے نکل کر بزدلی اور مایوسی کی صورت کو یکسر ختم کر کے پوری قوت و شجاعت، اخلاص و استقلال کے ساتھ اپنے اکابر علماء کی سرپرستی میں اشاعت دینِ اسلام اور ترویج احکامِ اسلام کے لیے میدانِ عمل میں شریکِ جہاد ہوں۔

جب اُمتِ مسلمہ بمقتضاء ایمان بزدلی اور مایوسی کو چھوڑ کر دین کی سربلندی کے لیے رات دن صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو تمام اقوام پر غالب فرماتے ہوئے بلندی مرتبہ عطا فرماتے ہیں اور یہی مفہوم ہے آیت کریمہ لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کا کہ حق کا بیان کرنے اور حق والوں کے ساتھ رہنے میں بزدلی نہ کرو اور اگر اس راستہ میں تکلیفیں آئیں تو غمگین نہ ہوں۔ یقیناً کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

ہمارے اسلاف و اکابر علماء دیوبند کے نظریات کی ترجمان ملک و ملت کی وفادار جماعت جمعیۃ علماء اسلام اور نظام العلماء پاکستان کے پرچم کے سایہ میں جمع ہو کر دینی کام کرنے والے جماعتی احباب علماء و مشائخ کو بالخصوص اور جمیع مسلمانانِ پاکستان کو بالخصوص کہوں گا کہ ان پانچ اصولوں کو اپنائیں۔ یہی اصول ہماری جدّ و جہد کا اصل اور رُوح ہیں۔

(۱) اپنی تمام تر توجہ توحید و سنّت کی اشاعت و ترویج پر مرکوز ہو۔

(۲) اتباعِ سنّت کا جذبہ اور فکر ہو۔

(۳) تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر اور ایمان و احتساب کا جذبہ ہو۔

(۴) اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش و دینی حمیت و غیرت ہو۔

(۵) لوگوں کو قرآن و سنّت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مساجد و مدارس کی نگرانی اور آباد کرنا ہو۔

یہ صرف علماء کے لیے مخصوص نہیں۔ اس میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ آپ بھی پیغام لے کر جائیں کہ عقیدۂ توحید کو سینہ سے لگانا ہے اور آپ کے گرد جو شرک و بدعت کا طوفان ہے اس سے الگ رہنا ہے۔ توحید پر قائم رہیں۔ فرائض کی پابندی اور اتّباعِ سنّت کا جذبہ آپ کے اندر ہو اور تعلق مع اللہ کی کوشش کرتے رہیں۔ یہی تعلق آپ کے دل و دماغ اور اعصاب پر حاوی ہونا چاہیئے۔ کتاب و سنّت کو دل و جان سے عزیز رکھیں اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہیں۔

ہر وہ شخص جو توحید و سنّت، ختمِ نبوت، عظمتِ صحابہ رضوان اللہ عنہم اور ملک میں نظامِ اسلام کے عملی نفاذ کے لیے جذبہ رکھتا ہے اس کو میں نظام العلماء کے پلیٹ فارم پر مل کر کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

مُدیر کی ڈاک

قادیانی جماعت تبلیغی ہے یا اسلام دشمن؟

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

سلام مسنون مزاج گرامی؟

آپ کے مؤقر جریدہ کے توسط سے روزنامہ "جنگ" لاہور کی اشاعت ۹ اگست ۸۲ء میں مطبوعہ ایک خط کے مندرجات کی تصحیح ضروری سمجھتا ہوں۔ اے۔ ایچ۔ حسین قادیانی نے "علماء کرام کی تبلیغ میں اثر کیوں نہیں" کے عنوان سے علماء کو کوسنے کے بعد لکھا ہے کہ "پاکستان میں ایک تبلیغی جماعت ہے جس کا ہیڈ کوارٹر ربوہ میں ہے۔ یہ بڑے مؤثر انداز میں کام کر رہی ہے اور اس کی تبلیغی کوششوں کے نتیجہ میں دنیا کے لاکھوں غیر مسلموں کو اس جماعت کا پیغام پہنچایا جا چکا ہے۔"

لاکھوں غیر مسلموں کو پیغام پہنچانے کا دعویٰ کرنے والی جماعت نے کروڑوں مسلمانوں کو جو مرزا قادیانی اس جماعت کے بانی کو نہیں مانتے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اس جماعت کے عقائد کی مختصر جھلک قارئین کرام توجہ سے پڑھیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ جماعت تبلیغی ہے یا اسلام دشمن طاقتوں کی آلۂ کار اور استعماری طاقتوں کی ایجنٹ تنظیم۔

قادیانی عقائد

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ:-

- کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۴۲۱)
- مرزا غلام احمد قادیانی کا وہی مرتبہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ (قادیانی مذہب ص ۲۷۵)
- چودھویں صدی کے تمام انسانوں کے لیے نبی اور رسول مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ (تذکرہ ص ۳۶)
- خاتم النبیین مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ (مرزائیوں کا اخبار الفضل مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء)
- آسمان اور زمین تمام کائنات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی خاطر پیدا کیا گیا۔ (حقیقت الوحی ص ۹۹)
- مرزا قادیانی آسمانی تخت تمام آسمانی تختوں میں سب سے افضل ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۸۹)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹی فتح مبین نصیب ہوئی تھی اور بڑی فتح مبین مرزا غلام احمد کو ہوئی۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ روحانی ترقیات کی طرف پہلا قدم تھا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانے میں روحانیت کی پوری تجلی ہوئی۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اسلام پہلی رات کے چاند کی طرح (یعنی بے نور) تھا اور مرزا غلام احمد کے زمانے کا اسلام چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں و درخشاں ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۴)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تین ہزار تھے (تحفہ گولڑویہ ص ۶۳) اور مرزا غلام احمد کے معجزات تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۶۷)
- مرزا غلام احمد کا ذہنی ارتقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔ (بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۴۱)
- مرزا غلام احمد کی روحانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اقویٰ اکمل اور اشد ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱)
- محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
  اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
  محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
  غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
  (اخبار بدر قادیان جلد ۲ شمارہ ۴۳، مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ (حقیقت النبوت ص ۲۲۸)
- ہمارا سالانہ جلسہ ایک قسم کا حج ہے۔ (اخبار الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۲ء)
- مرزا غلام احمد قادیانی خدا کا بروز ہے۔ (تذکرہ ص ۵۹۶)
- مرزا غلام احمد خدا کی روح ہے۔ (تذکرہ ص ۴۷۱)
- مرزا غلام احمد قادیانی کن فیکون

کے رائی اختیارات کا مالک ہے۔
(تذکرہ ص۵۲۵)

- مرزا خدا سے اور خدا مرزا سے ہے
(تذکرہ ص۴۳۶)
- اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مدار نجات نہیں، بلکہ صرف مرزا غلام احمد کی پیروی سے نجات ہوگی۔ (اربعین ۴ ص۶)
- جو شخص مرزا غلام احمد کی پیروی نہ کرے وہ شخص خدا اور رسول ؐ کا نافرمان اور جہنمی ہے۔
(اشتہار معیار الاخیار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء)
- جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو نہیں مانتا وہ کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص۱۱۰)
- جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔
(انوار الاسلام)
- (احمدی) مسلمانوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی (مرزا) کے منکر ہیں۔
(انوار خلافت ص۹۰)

والسلام
قاری شبیر احمد عثمانی
ربوہ

اہل بدعت سعودی تقرب کے خواہاں ہیں۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھیرہ میں دعوت اسلامی سیال شریف کا مراسلہ (مرسلہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء) شائع ہوا جو ادارۃ البحوث والعلوم الاسلامیہ الریاض کے نام لکھا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ کل تک جو لوگ لفظ نجدی بطور گالی استعمال کرتے رہے اور عرب و عجم میں وہ ہڑبونگ مچائی کہ الامان والحفیظ آج حالات سے مجبور ہو کر نجدی و وہابی کے ہاں توصل و تقرب کے خواہاں نظر آ رہے ہیں اور اپنے روایتی انداز میں جلالۃ الملک وغیرہ جیسے عجمی القابات و اعزازات الاپ رہے ہیں۔

تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ ۱۳۲۳ھ سے لے کر ۱۴۰۳ھ تک پوری پون صدی ان کے ادارے اور شخصیات اپنے کافر ساز مشغلہ میں دن رات ایک کئے رہے اور کوئی خدا کا بندہ ان کی مشق ستم سے محفوظ نہ رہا۔ اسی عرصہ میں اہل بدعت والحماقت کو حرمین شریفین میں نماز باجماعت کی سعادت نصیب نہ ہوئی اور انہوں نے ملت ابراہیم کی تحریف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جس کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ترکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها۔ آج وہی اہل بدعت والحماقت اسی نجدی کے تقرب خواہ نظر آ رہے ہیں لیکن پوری پون صدی کی تحریرات کو اگر یہ مفاد پرست اور ابن الوقت ٹولہ نظر انداز کرے تو علماء حق کو اس پر ضرور گرفت کرنا چاہیئے اور حکومت سعودیہ کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنا وقت کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا علمائے حق نے اہل بدعت کی اس چیرہ دستی

غلام رسول
خطیب جامع مسجد ادوپی
تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

صدر کے نام کھلا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ
جناب صدر گرامی قدر ایک نہایت افسوسناک حقیقت حال عرض خدمت ہے کہ ۱۷ اگست ۱۹۸۳ء کو ایک شادی کے سلسلہ میں بمقام انچولی فیڈرل بی ایریا سپر میرج ہال میں لیاقت آباد سے ایک بارات پہنچی چونکہ انچولی میں لیاقت آباد سے آئے ہوئے کچھ شرپسند بھی موجود تھے، اس لیے انہوں نے مشتعل ہو کر باراتیوں پر یہ کہہ کر حملہ کر دیا کہ آج تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔ چنانچہ انچولی میں خوب تصادم ہوا۔ جب بارات انچولی سے واپس لیاقت آباد پہنچی تو پیچھے پیچھے شرپسندوں کی دو گاڑیاں بھر کر لیاقت آباد سی ایریا پہنچ گئیں اور یہاں دوبارہ تصادم اور پتھراؤ کا مقابلہ ہوا مگر پولیس کی کارروائی یک طرفہ ہوئی۔ سنی مسلمانوں کو اندھا دھند گرفتار کیا گیا، مارا گیا پیٹا گیا حتیٰ کہ نابالغ بچوں اور عورتوں تک کو نہ چھوڑا گیا۔

جناب صدر!
ظلم دندناتا رہا تھا مظلومیت سسک رہی تھی، مگر جناب صدر آپ کی پوری انتظامیہ میں فریاد رس کوئی نظر نہ آیا جو ان مظالم کا مداوا کر سکے یا ان کو روک سکے۔ لیاقت آباد کے اہلسنت جب بے تحاشا اور اندھا دھند پولیس کے مظالم سے تنگ آئے تو پاکستان سنی اتحاد [illegible]

کارروائیوں کی ان کو داستان سنائی جو بھی اس داستان کو سنتا خون کے آنسو بہائے بغیر نہ رہتا اور ہر ایک کا کلیجہ منہ کو آتا۔ پاکستان سُنّی اتحاد نے ان انسانیت سوز مظالم کی داستانیں سننے کے بعد جناب ایس۔ ایچ۔ او۔ سے متعدّد ملاقاتیں کیں مگر سب صدا بصحرا ثابت ہوئیں، رویّہ اتنا کرخت اور اندازِ گفتگو اس قدر نازیبا ہمارا خیال ہے کہ اس ملاقات کے بعد شاید ہی کوئی شریف انسان ان سے ملاقات کی جرأت کر سکے۔ جناب ایس پی اور جناب اے۔ ایس۔ پی نے تو ملاقات کا موقعہ ہی نہ دیا اور ملاقات کی آرزو رکھنے والوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

جناب صدر! یہ کونسا سنگین جرم تھا جس کی پاداش میں یہ مظالم ڈھائے گئے۔ یہ طرفہ تماشہ ہے، مظلوم بھی ہم مجرم بھی ہم۔ جناب صدر کیا لیاقت آباد کی پولیس کو جناب کا آرڈر تھا جس کے نتیجے میں بے دریغ مظالم ڈھائے گئے اور ہماری ڈی ایم ایل اے کے ساتھ ملاقات بھی نتیجہ خیز اور بامقصد ثابت نہ ہو سکی؟

جناب صدر! آپ کی لیاقت آباد کی پولیس نے بھٹو حکومت کے مظالم کا بھی ریکارڈ توڑ دیا۔ ماضی میں بھٹو حکومت کی پولیس نے جو حرکات کیں، آپ کی پولیس کے مظالم سے ان کے سارے نقشے تازہ ہونے لگے ہیں۔

جناب صدر! پاکستان سُنّی اتحاد حالات کو خراب نہیں دیکھنا چاہتا لیکن اگر کراچی کے سُنّی مسلمانوں پر ان مظالم کی یہی روش رہی تو نہیں کہا جا سکتا کہ حالات اپنا رُخ کس طرف موڑیں اور حالات کا انجام کیا ہو۔ قبل اس کے کہ عوام اپنے دفاع میں خود اٹھ کھڑے ہوں اور مارشل لاء کے خلاف مزید نفرت اور بیزاری کا عملی مظاہرہ ہو ہماری گذارش ہے کہ بے قصور گرفتار شدگان کو فوراً رہا کیا جائے۔

والسلام

خیر اندیش

مُحمّد زکریا

امیر پاکستان سنّی اتحاد و

ارکان سپریم کونسل پاکستان سنّی اتحاد

جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے کارکنوں، بہی خواہوں، علماءِ کرام اور متعلقین سے

اپیل

جمعیۃ طلباءِ اسلام شاہ ولی اللہؒ کے افکار کی روشنی میں ملک میں اسلامی انقلاب کے لیے جدوجہد کر رہی ہے، لیکن لٹریچر کے محاذ پر شدید مالی بحران کا شکار ہے۔ عیدالاضحٰی کی آمد آمد ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ **چرمہائے قربانی** اکٹھی کریں۔ کھالوں کی قیمت مرکزی دفتر میں ناظم دفتر کے نام بھجوائیں۔

منجانب: **ندیم اقبال اعوان** (صدر) **ظہیر میر** (ناظم عمومی) **جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان**

۴۔ بی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

تعارف وتبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے
تبصرہ باری آنے پر کیا جاتا ہے۔

مُحَمَّد اسد کی مذہبی حیثیت

صفحات : ۱۶
ناشر : مجلس تحفظ ختم نبوت
احمد پور شرقیہ بہاولپور

چند ماہ قبل جب حکومت نے ظفر احمد انصاری آئینی کمیشن تشکیل دیا تھا، تو اس کے اراکین میں دیگر لوگوں کے علاوہ لیوپولڈ محمد اسد کو بھی شامل کیا گیا؛ تاہم بعد میں انکشاف ہوا کہ محمد اسد کے "وفات مسیح" کے عقیدہ سمیت کئی عقائد ایسے ہیں جن سے قادیانیت کی بو آتی ہے۔ اخبارات میں اس پر خاصی لے دی ہوئی، لیکن حکومتی حلقوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی؛ البتہ مولانا ظفر احمد انصاری نے اپنے طور پر ان کا وکیل صفائی بننے کی کوشش کی جس میں الزامات کا جواب دینے کی بجائے محض "بغلیں جھانکنے" پر ہی اکتفا کیا۔

پاکستان کے نامور عالم دین اور مشہور مسلم اسکالر مولانا علامہ یوسف لدھیانوی مدظلہٗ نے کراچی کے ایک ہفت روزہ میں اس پر اداریہ بھی لکھا جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ انصاری کمیشن میں سے محمد اسد کو نکالا جائے۔

ہمارے حکمران معلوم نہیں کیوں آنکھیں بند کر کے احکام جاری کرنے کے عادی ہیں۔ محمد اسد کی "علمی" شہرت سن کر ان کی شخصیت کی تحقیق کیے بغیر جنرل ضیاء الحق صاحب نے انہیں فرانس سے پاکستان بلا بھیجا۔

اوّل تو حکومت کو ۷۳ء کے آئین کی موجودگی میں کسی ڈھانچے کی تشکیل کے بارے میں سوچ بچار کرنا ہی زیبا نہیں دیتا اور اگر وہ بیوروکریسی کے ہاتھوں مجبور ہو گئے ہیں تو مشورہ کے لیے طلب کیے گیے لوگوں کی مذہبی حیثیت کا تو تعین کر لیا ہوتا۔

ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے اور نظام حکومت سے متعلق تشکیل دینے والے کمیشن کے اہم رکن محمد اسد ہیں جن کی اپنی مذہبی حیثیت بھی مشکوک ہے۔ موصوف پہلے یہودی تھے بعد ازاں اسلام قبول کر لیا لیکن اپنی تفسیر "دی میسیج آف قرآن" میں "وفات مسیح" سے متعلق جو اپنے عقائد ظاہر کیے ہیں اس سے ان کی شخصیت واضح طور پر اسلامی دائرے سے باہر نظر آتی ہے۔

احمد پور شرقیہ کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے "دی میسیج آف قرآن" سے چند اقتباسات کا اردو ترجمہ اور مولانا یوسف لدھیانوی کا اداریہ اکٹھے ۱۶ صفحات کے کتابچہ کی شکل میں شائع کیے ہیں تاکہ ہر خاص و عام مسلمان محمد اسد کی مذہبی حیثیت سے آگاہی حاصل کر سکے۔ کتابچہ مفت دستیاب ہے۔

خدا کرے ہمارے حکمران عقل و ہوش کے ناخن لیں اور ۸ کروڑ مسلمانوں پر رحم کریں۔ اس ملک پر رحم کریں کہ اب مزید دھچکے کھانے کے قابل نہیں رہا ہے۔

مرکزی اسلامی لائبریری کی مطبوعات

۱۔ مسائل نماز

۴۸ صفحات کا یہ کتابچہ مدرسہ فخریہ عثمانیہ مکہ معظمہ سعودی عرب کا ترتیب شدہ ہے۔ اس میں موصوف نے کتب احادیث اور مختلف فتاویٰ سے تفصیل سے مسائل نماز بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں اذان [illegible] مسبوق کے [illegible] ، ہوائی مسافر [illegible] بیمار کی نماز کا طریقہ اور [illegible] کے عنوانات کے تحت تمام مسائل بڑے احسن طریقے سے ترتیب دیئے ہیں۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۲۔ بیان غسل و وضو

یہ مختصر کتابچہ جو ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے غسل و وضو سے متعلق تمام مسائل سے مزین ہے۔ تمام مسائل احکام، مستحبات مکروہات اور فرائض مختصراً لیکن جامع انداز میں جناب محمد صادق انجم نے ترتیب دیے ہیں۔ ہر مسلمان کو غسل و وضو سے متعلق ضروری مسائل سے آگاہ رہنا ضروری ہے۔

۳۔ چہل احادیث

جناب رشید احمد نور پوری، ناظم اسلامی لائبریری نے موطا امام مالک علیہ الرحمۃ سے چالیس منتخب احادیث شریفہ کا ترجمہ ۱۶ صفحات کے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہے۔ پمفلٹ لائق مطالعہ ہے۔

مرکزی اسلامی لائبریری کی مندرجہ بالا تینوں مطبوعات ذیل کے پتے سے بلاقیمت دستیاب ہیں:

مرکزی اسلامی لائبریری
جامع مسجد نور پور نورنگا
بہاولپور

بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند

تالیف	مولانا محمد عبداللہ
صفحات	۵۰
قیمت	۳ روپے
ناشر	سُنّی پبلکیشنز، جامع مسجد اشرفیہ چوک سنت نگر، لاہور ۱

یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا تھا۔ زیر تبصرہ رسالہ کا دوسرا ایڈیشن

...رسالہ میں مؤلف مولانا محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالہدیٰ بھکر نے علماء دیوبند کی رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کو اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے اس تالیف سے اہل بدعت والحماقت اور جہلا کے علماء دیوبند کے متعلق حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منفی پروپیگنڈے کی واضح نفی ہوتی ہے۔ مولانا موصوف نے بڑی محنت سے ۱۴ اکابر علماء دیوبند کی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عقیدت کو اچھوتے انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

کتابچہ لائق مطالعہ ہے۔ علماء و طلباء کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

علماء کی حق گوئی

تالیف — مفتی انتظام اللہ شہابیؒ
قیمت — ۶/۰ روپے
ناشر — سنی پبلیکیشنز، جامع مسجد اشرفیہ چوک سنت نگر، لاہور

مفتی انتظام اللہ شہابی رحؒ معروف علمی شخصیت ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے علمی اور مسلکی طور پر وابستہ ہر شخص ان سے واقف ہے۔ مرحوم نے عرصہ ہوا علماء کی حق گوئی کے عنوان سے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، علماء، فقہاء اور بزرگانِ دین کی حق گوئی سے متعلق ایک (۹۲) صفحات پر مشتمل کتاب تالیف فرمائی تھی۔ زیر تبصرہ نیا اڈیشن ہے۔

ہر دور میں طاغوتی طاقتیں موجود رہی ہیں اور رہیں گی، لیکن ان کے توڑ کے لیے علماء حق بھی سینہ سپر رہے ہیں۔ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے ظلم کے خلاف اور حق کے احیاء میں آواز اٹھانے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اس موضوع پر اس سے قبل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

یہ کتاب اپنی جگہ منفرد اور اچھوتی کتاب ہے۔ عوام الناس کو خاص طور پر مطالعہ کرنا چاہیئے کہ ان کے مشاہیر اسلام نے کس طرح اسلام کو دہریت، من مانی آمریت اور شخصیت پرستی کے عمیق گڑھوں سے نکال کر صحیح شکل میں آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کرکے پیش کیا ہے اور کس طرح ظالم حکمرانوں اور جابر امراء کے مقابلے میں اعلان حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بلند کیا۔

کتابت و طباعت مناسب ہے۔ سفید کاغذ استعمال کیا ہے۔

الست بربکم

تالیف — مولانا بشیر احمد حسینی
صفحات — ۱۶۰
ناشر — لطف اللہ حسن، جامع مسجد حسینی، شورکوٹ چھاؤنی، ضلع جھنگ

زیر تبصرہ کتاب میں مؤلف نے اللہ رب العزت کے انسانوں سے لیے گئے اس عہد کو انسانوں کو یاد دلایا ہے۔

اللہ نے انسانوں سے لیے گئے اس عہد کو قرآن کریم کی سورۃ اعراف کی آیات ۱۷۲-۱۷۳ میں بھی تذکرہ فرمایا۔

یہ عہد ایسا عہد ہے کہ اس سے کوئی روح انسانی (جو قیامت تک پیدا ہو گی) منکر نہیں ہو سکتی لیکن انسانی غفلت اور بندگی رحمان کی بجائے بندگی شیطان کی طرف مائل ہونے کے باعث تقریباً ہر انسان (سوائے اللہ کے چند بندوں کے) بھول چکا ہے اور یہ بھی بھول چکا ہے کہ اس نے مرنا ہے اور اس عہد کی پوچھ گچھ کا وقت آیا ہی چاہتا ہے۔ مؤلف نے یہ موضوع چھیڑ کر انسانوں خصوصاً مسلمانوں کو جھنجھوڑا ہے کہ وعدے کے ایفاء سے روگردانی خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ بہتر ہے کہ اس وعدے اور عہد کو پورا کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو جزائے خیر دے۔ خاصی محنت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے واقعات، علماء حق کی کتب کے حوالے اور اولیاء و صوفیاء کے اس بارے میں عقیدے کی روشنی میں تفصیل سے اس موضوع کو بیان کرکے مسلمانوں کو غفلت سے بیدار کیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ مسلمان اس کا خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کریں۔ کتاب کی قیمت صرف دس روپے ہے۔

شہادت کی اقسام و احکام

مرتب : محمد اقبال قریشی
قیمت : ۴/۰ روپے
صفحات : ۶۴

مرتب نے کتابچہ مرتب کرنے میں بڑی محنت سے کام لیا ہے۔ شہادت کی فضیلت، اقسام، درجے، شہید کو غسل اور ارواح شہداء کا دنیا سے تعلق کے موضوعات پر قرآن و حدیث کے علاوہ فقہاء اور علماء قدیم کی کتب سے خوب خوب استفادہ کیا ہے، لیکن طباعت کا خاص اہتمام نہیں کیا گیا۔ طباعت و کتابت اور کاغذ انتہائی ناقص ہیں۔ ضرورت ہے کہ اچھی کتابت کے ساتھ عمدہ کاغذ پر شائع کی جائے۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی کی تقاریظ ابتدائی صفحات میں شامل ہیں۔ کتابچہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر سے دستیاب ہے۔

ترتیب محمد منظور خوجانی

حضرت الامیر مدظلہ کا دورہ

لاہور و کوہاٹ ڈویژن

خطاب کرتے ہوئے تلقین کی کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ نظم و ضبط سے جماعتی کام کریں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید و حمایت ہمارے شاملِ حال ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۱۶ اگست ۱۹۸۳ء کو ہوا تھا حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ اجلاس سے قبل ہی لاہور پہنچ گئے۔ اجلاس رات کو بعد نمازِ عشاء شروع ہوا۔ آپ نے صدارت فرمائی۔ اجلاس کا اختتام صبح ساڑھے تین بجے ہوا۔

۱۷ اگست کو آپ نے اپنے میزبان ڈاکٹر غلام دستگیر کی مسجد میں خصوصی درسِ قرآن دیا اور نو بجے جہلم تشریف لے گئے۔ جہلم میں آپ نے دو گھنٹے قیام کیا۔ جماعتی ساتھیوں کی بڑی تعداد آپ کی اچانک آمد کے موقع پر جمع ہو گئی تھی۔ آپ نے وہاں کے کارکنوں سے

جہلم سے آپ سیدھے کوہاٹ پہنچے۔ آپ کے ہمراہ شیخ الحدیث مولانا نعمت اللہ بھی تھے۔ نمازِ عصر ادا فرمائی۔ بعد ازاں مسعود احمد پراچہ کے مکان پر جمع ہونے والے جمعیۃ کے کارکنوں اور علماء سے خطاب کیا۔ حضرت الامیر نے مسائلِ حج اور فضائلِ حج سے لوگوں کو آگاہ کیا اور حج پر جانے والے مسلمانوں کو مبارکباد دی۔ انہوں نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ جماعت کے کام میں رخنہ اندازی کرنے والے شرپسندوں سے آگاہ رہیں۔ ظالموں کا ساتھ دینے والوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں تاوقتیکہ وہ اپنے فیصلہ سے رجوع نہ کریں۔

کوہاٹ میں حضرت الامیر نے متعدد مجالس میں لوگوں کے کثیر اجتماعات سے خطاب کیا

۱۸ اگست ۸۳ء کو آپ نے مسعود احمد پراچہ کے مکان پر درسِ قرآن دیا اور بعد ازاں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے بغیر کوئی ازم یا نظام یہاں کی مشکلات کا حل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ نظامِ حکومت کے مسودے کی تیاری کے لیے تشکیل دیے گئے کمیشن میں ایک رکن قادیانی عقائد سے ملتے جلتے عقائد رکھتا ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ محمد اسد کی شخصیت کی چھان پھٹک کرے اور قادیانی عقائد ہونے کی بنا پر کمیشن سے نکال باہر کرے۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ مدرسہ تعلیم الاسلام میں تشریف لے گئے جہاں جمِ غفیر موجود تھا۔ آپ کے خطاب سے قبل مولانا نعمت اللہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں کوہاٹ اور مدرسہ کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ ہمیں حضرت درخواستی، مولانا عبید اللہ انور اور قاری محمد اجمل پر کامل اعتماد ہے۔ اس موقع پر قادر بخش پراچہ نے بھی اپنی پراچہ برادری کی طرف سے حضرت درخواستی مدظلہٗ کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا۔

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے اپنے خطاب میں کہا کہ قوم و ملک کی نجات اور بقا اس میں ہے کہ اسلام کو تمام شعبہ ہائے زندگی میں نافذ کیا جائے، دہریت کا خاتمہ کیا جائے۔

انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ حالات کی سنگینی کا تذکرہ کرکے قوم کو اس کے حقوق سے محروم نہ رکھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملک قوم کا ہے کسی شخص یا گروہ کی جاگیر نہیں ہے کہ مرضی سے آئے اور مرضی سے جائے۔ آخر میں انہوں نے کارکنوں کو اتحاد و اتفاق سے کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت الامیر نے زرگری سے تشریف لائے ہوئے مولانا جلال الدین سے ان کے والد کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا اور دعائے مغفرت فرمائی۔

نمازِ ظہر کے بعد آپ نوشہرہ کے لیے روانہ ہو گئے اور عصر کی نماز شیر افضل مرحوم کے مکان پر ادا فرمائی۔ نمازِ عصر کے بعد آپ ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ نمازِ مغرب خان نادل کے گھر ادا فرمائی۔

۱۹ اگست کو جمعہ کی نماز آپ نے ایبٹ آباد کی مرکزی جامع مسجد میں پڑھائی۔ اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ انسان کی نجات کا واحد راستہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ پاکستان اسلام کے نفاذ کے لیے وجود میں آیا تھا؛ اس لیے حکمرانوں اور عوام سب پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اس خطۂ زمین کو اسلام کا گہوارہ بنا دیں۔

۲۰ اگست کو حضرت مولانا محمد عبداللہ

درخواستی نے کیمبل پور میں مولانا شفیق الرحمن کی جامع مسجد میں خطاب کرتے ہوئے لوگوں پر زور دیا کہ وہ موجودہ حکمرانوں کی اسلام کو بدنام کرنے کی تمام سازشیں ناکام بنا دیں۔ انہوں نے حکومت سے ... کیا کہ لیت و لعل کی پالیسی ترک کر کے فوراً انتخابات کا اعلان کیا جائے تاکہ عوام کو اس کے بنیادی حقوق حاصل ہو سکیں اور عوام اپنی قسمت کا خود فیصلہ کر سکیں۔

۲۱ اگست کو حضرت الامیر نے جناب نادل خان صاحب کے مکان پر ایبٹ آباد اور مضافات کے حضرات کے سامنے وعظ فرمایا۔

۲۲ اگست کو آپ ایبٹ آباد سے ٹھنڈیانی تشریف لے گئے جہاں حضرت الامیر عبداللہ درخواستی نے مقامی اور غیر مقامی حضرات سے تفصیلی تبادلۂ خیالات فرمایا۔

۲۳ اگست کو حضرت الامیر نے کارکنوں سے خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی زندگی حق کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے باطل کا ساتھ نہیں دیا۔ ظالموں کی حمایت نہیں کی اور ہم جب بھی کسی سیاسی جماعت سے اتحاد کریں گے تو اپنی شرائط پر کریں گے۔

حضرت درخواستی مدظلہ نے ۲۴ اگست کو کارکنوں اور علماء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جدوجہد اسلامی نظام کی تنفیذ کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت اسلام کو بدنام کر رہی ہے۔ قادیانیت کو حکومت کی اعانت حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلم قریشی کو آج تک بازیاب نہیں کیا جا سکا ہے۔ یہ حکومت کی ناکامی اور بے بسی کی علامت ہے۔ حکومت بزدلی کا مظاہرہ کر کے قادیانیوں کی شرپسندانہ سرگرمیوں کو حوصلہ بخش رہی ہے۔

۲۵ اگست کو حضرت عبداللہ درخواستی ایبٹ آباد سے ہری پور تشریف لائے۔ جناب بدیع الزماں کے مکان پر ہری پور کی جمعیۃ کے سینکڑوں کارکنوں کے علاوہ فضل رازق، حکیم عبدالرشید ہزاروی، مولانا شفیق الرحمن اور مولانا ولی الرحمن بھی موجود تھے۔ یہاں حضرت نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کارکن دلجمعی کے ساتھ جماعتی کام کو آگے بڑھائیں۔ ہر ضلع اور تحصیل میں جماعتی تنظیم قائم کریں۔ بعد ازاں آپ ٹیکسلا تشریف لے گئے جہاں بارش کے باعث تھوڑی دیر قیام کیا اور راقم الحروف کے ساتھ جہلم تشریف لے آئے۔ یہاں بھی سخت بارش کے باعث حضرت درخواستی مدظلہ تھوڑی دیر ٹھہرے۔ بارش کی شدت کے باعث اجتماع کا اہتمام بھی نہ ہو سکا اور حضرت درخواستی سرائے عالمگیر تشریف لے آئے۔ سرائے عالمگیر آمد کے وقت آپ کے ہمراہ جم غفیر جلوس کی صورت میں تھا۔ آپ نے اجتماع سے خطاب کیا۔ حضرت کے خطاب سے قبل احقر نے چند کلمات کہے۔ حضرت نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کارکنوں کو کام کرنے کے خالی خولی وعدے کرنے کی بجائے عملی کام کرنا چاہیئے تاکہ جماعتی کام کو پہلے کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھایا جا سکے۔

بعد ازاں بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ رات نو بجے آپ نے طلباء کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہیں تعلیم پر توجہ دینے کی تلقین کی۔ رات گیارہ بجے آپ سرائے عالمگیر سے لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔

۲۶ اگست کو حضرت نے ڈاکٹر دستگیر کے مکان پر جمع کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں قادیانی عناصر کی ریشہ دوانیوں سے خبردار رہنے کی تلقین کی۔ بعد ازاں آپ رات ساڑھے آٹھ بجے خانپور کے لیے بذریعہ ریل روانہ ہو گئے۔

بقیہ: طلباء کی سرگرمیاں

مطابق گزشتہ دنوں اسلامی جمعیۃ طلباء کے چند شرپسندوں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی اسٹوڈنٹس یونین کے صدر جناب محمد نواز رندھاوا پر اس وقت قاتلانہ حملہ کیا جب وہ جمعیۃ طلباء اسلام کے سٹال کا معائنہ کرنے ہاسٹل سے یونیورسٹی جا رہے تھے۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی صدر ندیم اقبال اعوان، ناظم عمومی ظہیر میر، مرکزی ناظم ظفر یسین بٹ، پنجاب کے صدر خالد محمود ڈوگر، نائب صدر اول میاں حلیم اللہ قادری، نائب صدر دوم ریاض شاہد، ناظم عمومی ذوالفقار احمد ذلفی، ناظم اول راقم الحروف، ناظم دوم احمد حسین زید، ناظم نشریات علی محمد ناصر، ناظم مالیات میاں قدرت اللہ عارف کے علاوہ ملک بھر سے کارکنوں نے ان بزدلانہ حرکت پر ان افراد کی شدید مذمت کی ہے جو اس واقعہ کے ذمہ دار ہیں اور انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ ان افراد کے خلاف مؤثر کاروائی کی جائے۔

گجرات:

جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع گجرات کا کنونشن مقامی دفتر واقع سرائے عالمگیر میں منعقد ہوا جس میں مرکزی ناظم عمومی ظہیر میر مہمان خصوصی تھے۔ اس کی صدارت سابق صدر حافظ محمد اختر نے کی۔ کنونشن میں انور علی دہلوی، شاہد رفیق، محمد عقیق اور محمد اسلم نے خطاب کیا۔ اجلاس میں عامر سلیم کو کنوینر ضلع گجرات بنایا گیا اور محمد عقیق، محمد یوسف، خالد محمود، اسلم شاہین، صفدر حسین شیرازی، عبدالسلام خورشید، حافظ عبدالواحد، محمد فاروق، اعجاز نبی اور ریاض احمد کو معاون مقرر کیا گیا۔

گکھڑ:

پاکستان کے یوم آزادی کی تقریب میں مولانا زاہد الراشدی، میاں محمد عارف ضلع گوجرانوالہ کے صدر میاں فضل الرحمن چغتائی ضلعی سیکریٹری اطلاعات سہیل قمر سلیمی نے شرکت کی۔ تلاوت قاری محمد شاہ نے کی۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے آزادئ ہند میں علماء کی بے پناہ اور ان گنت قربانیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے طلباء کو تاکید کی کہ وہ ملک میں صحیح طور پر اخوت اور

طلباء کی سرگرمیاں — عبداللطیف عثمانی

اکتوبر میں صوبائی رہنما پنجاب بھر کا دورہ کریں گے

عقیدہ ختم نبوّت مسلمانوں کے ایمان کی اساس ہے

محمّد نواز رندھاوا پر قاتلانہ حملہ کی شدید مذمت

جمعیۃ طلباء اسلام کے لنگرکسی میں تربیتی اجتماع کی روئداد

لاہور: جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے زیر اہتمام لنگرکسی (مری) میں ۲۲ جولائی سے ۲۹ جولائی تک تربیتی اجتماع ہوا جس کی کُل سولہ نشستیں ہوئیں۔

اجتماع کا آغاز ۲۲ جولائی کو نماز جمعہ کے بعد ہُوا۔ اجتماع میں شرکت کے لیے مختلف وفود کی آمد کا سلسلہ اجتماع کے اختتام سے دو روز قبل تک جاری رہا۔ اس دفعہ اجتماع کے مستقل مقرر حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود تھے۔ مختلف نشستوں کی صدارت ندیم اقبال اعوان؛ ظہیر میر؛ خالد محمود ڈو ڈو؛ محمّد نواز رندھاوا اور انور علی دہلوی نے کی۔ ان نشستوں سے ڈاکٹر علامہ خالد محمود؛ مولانا منظور احمد چنیوٹی؛ مولانا زاہد الراشدی؛ مولانا بشیر احمد شاد، میاں محمّد عارف، طالب علم رہنما ندیم اقبال اعوان؛ ظہیر میر؛ خالد محمود ڈوڈو، ذوالفقار احمد زلفی؛ راقم الحروف؛ احمد حسین زید، محمّد ابراہیم کمال، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے ریاض شاہد، محمّد نواز رندھاوا طاہر اسلام؛ انور علی دہلوی، سعید احمد، خلیل احمد ہاشمی، خالد رضا؛ محمّد یوسف بٹ، محمّد عتیق؛ ثناء اللہ غالب؛ محمّد اکمل بھٹی؛ شیخ منیر احمد ربّانی؛ حافظ سمیع اللہ؛ مولانا حامد علی رحمانی۔ (نائب امیر نظام العلماء پنجاب) صوفی احمد علی اور عمار الدین ناصر نے خطاب کیا۔ مقامی عالم دین حضرت مولانا حافظ غلام محمّد مدظلہ نے خصوصی شرکت فرمائی۔ مقررین نے مختلف موضوعات پر خطاب کرتے ہوئے طلباء کو فتنۂ مرزائیت اور فتنہ مودودیت سے آگاہ کیا۔

دریں اثنا جمعیۃ طلبہ اسلام پنجاب کی مجلس عاملہ اور پنجاب کے اہم اراکین کا اجلاس خالد محمود ڈوڈو کی زیر صدارت منعقد ہُوا جس میں جماعتی صورتحال پر غور کیا گیا اور تنظیم کے بارے میں بہت سے سفارشات مرتب کرکے مرکزی حضرات کو پیش کر دی گئیں اور پنجاب کے اضلاع کے ضلعی کنونشنز کا پروگرام مندرجہ ذیل تاریخوں کے مطابق ترتیب دیا گیا:

- بہاولپور ۶ر اکتوبر
- راجن پور ۸ر ″
- ڈیرہ غازیخاں ۹ر ″
- مظفرگڑھ ۱۰ر ″
- وہاڑی ۱۲ر ″
- ملتان ۱۱ر ″
- بہاولنگر ۱۳ر ″
- ساہیوال ۱۴ر ″
- اوکاڑہ ۱۵ر ″

فیصل آباد اور سرگودھا ڈویژن کا دورہ راقم الحروف اور پنجاب کے ناظم نشریات مشورہ کے بعد ترتیب دیں گے اور تمام شاخوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ہر ماہ دس روپے مرکزی دفتر کو بھیجیں؛ نیز یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ ماہانہ سرکلر صرف پنجاب کے ناظم عمومی جاری کرنے کے مجاز ہوں گے اور دونوں ناظموں میں سے کوئی بھی سرکلر جاری کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

مرکزی دفتر میں آمدہ اطلاعات کے